جلد —— 54

شمارہ نمبر —— E-08

اگست

2021

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

ماہنامہ

انجمن

کراچی

قومی گزٹ

سرپرستِ اعلیٰ

محمود الٰہی فاروقی

نائب مدیر

محمد عارف

مدیر و ناظم

عبید الرحمٰن

ناشر

صبور احمد شمسی

معاون خاص: جناب اسلم صدیق سولیجہ

انچارج شعبہ اشتہارات: صبور احمد

نائب انچارج شعبہ اشتہارات: محمد نسیم شاہد

رابطہ دفتر:

انجمن پنجابی سودگران تیسری منزل ابراہیم اسٹیٹ نزد ڈیوی فری شاپ مین شاہراہِ فیصل، کراچی

Land line: 021-34537374 Cell no. : 0321-2189113

Email: apsquamigazette@gmail.com

اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

نمبر شمار	عنوان	حوالہ	صفحہ نمبر
۱	سورۃ التین کے مضامین	ذرائع ابلاغ عامہ	۸
۲	روشن خیالات	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۰
۳	تین مشکلات اور ان کا حل	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۱
۴	نظم	اکمل نوید	۱۲
۵	خلافت وشہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	علامہ محمد اسید الرحمٰن	۱۳
۶	ایک سبق ایک درس	ذرائع ابلاغ عامہ	۱۸
۷	قراردادِ پاکستان سے قیامِ پاکستان تک	ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم	۱۹
۸	غزل	فرحت احساس	۲۳
۹	ماہ محرم الحرام اور یومِ عاشوراء	مولانا ابو جندل قاسمی	۲۴
۱۰	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	محمد عبد اللہ صدیقی	۲۸
۱۱	عدالت کا فیصلہ	شیخ علی طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۱
۱۲	نظم	ذرائع ابلاغ عامہ	۳۴
۱۳	دلچسپ اور عجیب	نیوز	۳۵
۱۴	کہاں سے لاؤں ایسی تربیت	ذرائع ابلاغ عامہ	۳۶
۱۵	آج کی تازہ خبر------	ذرائع ابلاغ عامہ	۳۸
۱۶	الٹ پلٹ	امام ابراہیم مصطفٰی	۳۹
۱۷	ایک نسخہ	نذیر انباری	۴۲
۱۸	فاروق قیصر عرف انکل سرگم	خرام سہیل	۴۶
۱۹	منخشہ کی جشنِ آزادی	احمد حسن نوری	۵۱
۲۰	مال حرام وبخیل کو تباہ کرنے والی سات چیزیں	ذرائع ابلاغ عامہ	۵۰
۲۱	طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	دنیا نیوز	۵۹
۲۲	ٹی بی (تپ دق) کا علاج	ڈاکٹر عذرا جمال رفیق	۶۱

صفحہ نمبر	حوالہ	عنوان	نمبر شمار
۶۵	اکمل نوید	نظم	۲۳
۶۶	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی رفیق	باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب	۲۴
۷۳	ہم نیوز	احتیاط لازم ہے	۲۵
۷۷	ذرائع ابلاغ عامہ	ایک زمانہ تھا۔۔۔۔۔	۲۶
۷۹	محمد طارق	انٹرویو	۲۷
۸۱	عابد نورالامین	غزل	۲۸
۸۲	ذرائع ابلاغ عامہ	شعور و آگہی	۲۹
۸۴	محمد نبی پشمینی	گھریلو لائبریری	۳۰
۸۹	عبدالصبور شاکر	آدابِ مجلس	۳۱
۹۴	ذرائع ابلاغ عامہ	علم دریچے	۳۲
۹۶	ذرائع ابلاغ عامہ	بکرے میاں کی آپ بیتی	۳۳
۱۰۰	مس فرزانہ مقصود (شمسی اسکول)	خواب، تعبیر، تعمیر	۳۴
۱۰۲	ماہ وش طالب	ہماری زندگیاں اور موٹیویشنل اسپیکرز	۳۵
۱۰۵	ذرائع ابلاغ عامہ	ہنسی گھر	۳۶
۱۰۶	ذرائع ابلاغ عامہ	بوجھو تو جانیں	۳۷
۱۰۷	ذرائع ابلاغ عامہ	گھریلو ٹوٹکے	۳۸
۱۱۰	ذرائع ابلاغ عامہ	کھانا خزانہ	۳۹
۱۱۲	ذرائع ابلاغ عامہ	بیت بازی	۴۰
۱۱۴	ذرائع ابلاغ عامہ	مسنون اذکار	۴۱

عہدیداران واراکین مجلس منتظمہ

۲۰۲۰

انجمن پنجابی سوداگران

اسمائے گرامی

۱	جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب	صدر
۲	جناب منصور الٰہی شمسی صاحب	نائب صدر
۳	جناب صبور احمد شمسی صاحب	جنرل سیکریٹری
۴	جناب محمد اسماعیل بزاز صاحب	جوائنٹ سیکریٹری
۵	جناب محمد اسلم صدیق سولیجہ صاحب	خازن
۶	جناب عبدالمالک شیخ صاحب	نائب خازن
۷	جناب محمد سعود الٰہی صاحب	ناظم جائیداد سب کمیٹی
۸	جناب رئیس احمد صاحب	ناظم وصولی زکوۃ سب کمیٹی
۹	جناب فرقان احمد شمسی صاحب	ناظم تقسیم زکوۃ سب کمیٹی
۱۰	جناب عبید الرحمن صاحب	ناظم قومی گزٹ سب کمیٹی
۱۱	جناب محمد جمیل راجہ صاحب	ناظم تقریبات سب کمیٹی
۱۲	جناب سلمان جمیل چاؤلہ صاحب	ناظم ممبر سازی سب کمیٹی
۱۳	جناب فرحان اقبال صاحب	ممبر
۱۴	جناب شعیب شمسی صاحب	ممبر
۱۵	جناب محمد عارف صاحب	ممبر
۱۶	جناب کامران متین بٹلہ صاحب	ممبر
۱۷	جناب فیصل زاہد صاحب	ممبر
۱۸	جناب ذیشان منظور صاحب	ممبر
۱۹	جناب ارشد عالم صاحب	ممبر
۲۰	جناب خالد متین صاحب	ممبر
۲۱	جناب شاہد انور شمسی صاحب	ممبر

ماہنامہ قومی گزٹ کے خصوصی معاونین

☆جناب محمد صدیق سولیجہ صاحب (مرحوم)
☆جناب ارشد عالم شمسی صاحب
☆جناب ضیاء الرحمٰن شمسی صاحب
☆جناب شمیم صدیقی صاحب
☆ محترمہ آرزو دلیل صاحبہ
☆جناب عمران شمیم صاحب
☆جناب عادل نعمان صاحب
☆جناب ریاض احمد شمسی صاحب
☆جناب محمد وثیق شمسی صاحب
☆جناب انصار فرید الدین صاحب
☆جناب حاجی احمد ذیشان صاحب
☆جناب عبید الرحمٰن صاحب لاہور والے
☆جناب خالد متین صاحب
☆ڈاکٹر نظام الحق صاحب
☆جناب محمد نسیم شاہد صاحب
☆جناب محمد ظفر سولیجہ صاحب
☆جناب صبور احمد صاحب

☆جناب محمود الٰہی فاروقی صاحب
☆جناب بدر الدین الوجیہہ صاحب
☆جناب حارث اقبال صاحب
☆جناب آفتاب احمد کلکتہ والے
☆جناب محمد ہارون صاحب ڈیفنس والے
☆جناب جمیل راجہ صاحب
☆جناب فخر احمد شمسی صاحب
☆جناب فرقان احمد ڈھاکہ والے
☆جناب پرویز منظور صاحب
☆جناب جمیل اقبال صاحب
☆جناب شاہد اقبال صاحب
☆جناب امداد احمد سولیجہ صاحب
☆جناب اسلم کھوریہ صاحب
☆جناب عقیل احمد شمسی صاحب
☆جناب شعیب شمسی صاحب
☆جناب محمد اسماعیل صاحب
☆جناب فرحان اقبال صاحب

ادبی اور سماجی خدمات کے اس جذبے پر ہم معطی خواتین و حضرات کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اپنی برادری اور عزیز و اقارب کا خاص خیال کریں

آگے بڑھیں، اہتمام لیں۔۔۔ اپنوں کو اپنائیں اپنائیت کے ساتھ۔۔۔ یہ اپنے ہی ہیں جو محروم رہ گئے

"کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کیلئے چاہتا ہے رزق کی فراوانی کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کر دیتا ہے اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو وہ اسکی جگہ اور چیز دے دیتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"

پ22، رکوع 11، آیت 39 سورۃ سبا

انجمن پنجابی سوداگران کا ادارہ 1957 سے برادری اور دیگر مستحقین کی حاجات پوری کرنے میں حسب استطاعت و حسب توفیق سرگرم عمل ہے

بے کس گھرانوں کی ماہانہ کفالت ہو یا مجبور گھروں کی بچیوں کی شادی، نادار مریضوں کا علاج معالجہ ہو یا

لاچار مریضوں کی غم خواری، بنیادی تعلیم ہو یا ہونہار طلبہ طالبات کی اعلیٰ تعلیم

غرض ہر شعبے میں ادارے کے اعزازی منتظمین اخلاص نیت اور خوف خدا کے ساتھ آپ کی امانتوں کی پاسداری کرتے ہوئے شفاف طریقے سے بذریعہ کراس چیک محروم خواتین و حضرات کو اکرام کے ساتھ اور ان کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے امداد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ان مستحقین کی امداد ہمارا فرض ہے۔ زکوٰۃ ہمارے اور آپ کے اوپر فرض و قرض ہونے کے ناطے آپ ادارے کا دست و بازو بن کر شفاف طریقے سے اپنوں کی ضروریات پوری کرنے کی مہم میں ہمارا ساتھ دیجئے۔

ادارے نے اب اپنے مشن کا ہدف عطیات کے ذریعے سفید پوش ضرورتمندوں کی حاجات خصوصاً تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی جانب مرکوز کیا ہے تاکہ آج کے لینے والے ہاتھ کل دینے والے بن جائیں۔

زکوٰۃ و عطیات کی ترسیل کے لئے۔

اکاؤنٹ بنام	کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران
Acc. Title	Kul Pakistan Anjuman Punjabi Suadagran

فیصل بینک

اکاؤنٹ نمبر: 127-2004054-001 برائے زکوٰۃ

اکاؤنٹ نمبر: 127-2000458-001 برائے عطیات

میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر: 0130-0100026365 برائے زکوٰۃ و عطیات

رابطہ:

کل پاکستان انجمن پنجابی سوداگران (رجسٹرڈ)

تھرڈ فلور، ابراہیم اسٹیٹ بلڈنگ مین شاہراہ فیصل نزد ڈیوٹی فری شاپ کراچی۔

فون نمبر: 021-34537374, 0331-2830729

سورہ التین کے مضامین

زمانۂ نزول:

قتادہ کہتے ہیں کہ یہ سورت مدنی ہے۔ ابن عباس سے دو قول منقول ہیں۔ایک یہ کہ یہ مکی ہے اور دوسرا یہ کہ مدنی ہے۔ لیکن جمہور علما اسے مکی ہی قرار دیتے ہیں اور اس کے مکی ہونے کی کھلی ہوئی علامت یہ ہے کہ اس میں شہر مکہ کے لیے ھٰذا البلد الامین (یہ پر امن شہر) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اس کا نزول مدینہ میں ہوا ہوتا تو مکہ کے لیے یہ شہر کہنا صحیح نہیں ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں سورت کے مضمون پر غور کرنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مکۂ معظمہ کے بھی ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے، کیونکہ اس میں کوئی نشان اس امر کا نہیں پایا جاتا کہ اس کے نزول کے وقت کفر و اسلام کی کشمکش برپا ہو چکی تھی اور اس کے اندر مکی دور کی ابتدائی سورتوں کا وہی اندازِ بیان پایا جاتا ہے جس میں نہایت مختصر اور دل نشین طریقہ سے لوگوں کو سمجھایا گیا ہے کہ آخرت کی جزا و سزا ضروری اور سراسر معقول ہے۔

موضوع اور مضمون:

اس کا موضوع ہے جزا و سزا کا اثبات۔ اس غرض کے لیے سب سے پہلے جلیل القدر انبیاء کے مقامات ظہور کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔ اگرچہ اس حقیقت کو دوسرے مقامات پر قرآن مجید میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً کہیں فرمایا کہ انسان کو خدا نے زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور فرشتوں کو اس کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

۱: کہیں فرمایا کہ انسان اُس امانتِ الٰہی کا حامل ہوا ہے جسے اٹھانے کی طاقت زمین و آسمان اور پہاڑوں میں بھی نہ تھی۔

۲: کہیں فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی۔

۳: لیکن یہاں خاص طور پر انبیا کے مقاماتِ ظہور کی قسم کھا کر یہ فرمانا کہ انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا گیا ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ نوعِ انسانی کو اِتنی بہتر ساخت عطا کی گئی کہ اس کے اندر نبوت جیسے بلند ترین منصب کے حامل لوگ پیدا ہوئے جس سے اونچا منصب خدا کی کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں ہوا۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا کہ انسان میں دو قسمیں پائی جاتی ہیں، ایک وہ جو اس بہترین ساخت پر پیدا ہونے کے بعد برائی کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اخلاقی پستی میں گرتے گرتے اُس انتہا کو پہنچ جاتے ہیں جہاں ان سے زیادہ پنچ کوئی دوسری مخلوق نہیں ہوتی، دوسرے وہ جو ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر کے اس گراوٹ سے بچ جاتے ہیں اور اُس مقامِ بلند پر قائم رہتے ہیں جو اُن کے بہترین ساخت پر پیدا ہونے کا لازمی تقاضا ہے۔ نوعِ انسانی میں اِن دو قسموں کے لوگوں کا پایا جانا ایک ایسا امر واقعی ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس کا مشاہدہ انسانی معاشرے میں ہر جگہ ہر وقت ہو رہا ہے۔ ★

آخر میں اس امر واقعی سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جب انسانوں میں یہ دو الگ الگ اور ایک دوسرے سے قطعی مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں تو پھر جزائے اعمال کا کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ اگر پستی میں گرنے والوں کو کوئی سزا اور بلندی پر چڑھنے والوں کو کوئی اجر نہ ملے اور انجامِ کار دونوں کا یکساں ہو، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی خدائی میں کوئی انصاف نہیں ہے۔ حالانکہ انسانی فطرت اور انسان کی عقلِ عام یہ تقاضا کرتی ہے کہ جو شخص بھی حاکم ہو وہ انصاف کرے۔ پھر یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ، جو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے، وہ انصاف نہیں کرے گا۔

روشن خیالات

حضور ﷺ نے فرمایا

"مدینہ کے راستوں پر فرشتے ہیں نہ اس میں طاعون آسکتا ہے اور نہ ہی دجال آسکتا ہے۔"

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

"قرآن مجید میں ایک آیت ایسی ہے جو ظالم کے دل پر تیر اور مظلوم کے لیے مرہم ہے۔"

"اور تیر ار بھولنے والا نہیں"

چینی کہاوت

"اگر تم کسی کی مدد کرنا چاہتے ہو تو اسے مچھلی دینے کے بجائے مچھلی پکڑنا سکھا دو۔"

میر تقی میر

"زخم بھی جھیلے داغ بھی کھائے بہت

دل لگا کر ہم تو پچھتائے بہت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

"علم بغیر عمل کے جنون و دیوانگی ہے

اور عمل بغیر علم کے کچھ نہیں۔"

واصف علی واصف

"بڑی منزلوں کے مسافر چھوٹے دل نہیں رکھتے۔"

سعادت حسن منٹو

"غلط کار انسان نہیں بلکہ وہ حالات ہیں جن کے کھیتوں میں وہ غلطیاں بوتا ہے اور ان کی فصلیں کاٹتا ہے۔"

★

تین مشکلات اور ان کا حل

اگر شہوت میں مبتلا ہوئے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنی نماز میں تجدید نظر کرو ضرور نماز میں سستی کرتے ہوگے۔۔۔۔۔۔۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ

سورۃ مریم آیت نمبر ۵۹

پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے

اگر تم عدم توفیق اور بد بختی کا احساس کرتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اپنی والدہ محترم کے ساتھ تمھارا رابطہ درست نہیں ہے لہذا اس بارے میں تجدید نظر کرو۔۔۔۔۔۔۔

وَبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا

سورۃ مریم آیت نمبر ۳۲

اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا، اور مجھے سرکش بد بخت نہیں بنایا۔

اگر تنگی اور زندگی کی مشکلات کا احساس کرتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

قرآن کریم کے ساتھ اپنا رابطہ درست کرو۔۔۔۔۔۔۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَـهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

سورۃ طہٰ آیت نمبر ۱۲۴

اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔

نظم

طائروں کو بولنے دو
لوگ چہرے پر جاگتی آنکھوں کو دیکھتے ہیں
مگر دل سے نکلنے والی روشنی کو
اندھوں کی طرح
ٹٹول کر دیکھتے ہیں
اور نہیں پہنچ سکتے ہیں اس ہاتھ تک
جو اندھیرے سے نکلتا ہے
اور مسافر کو بھٹکنے سے پہلے منزل تک پہنچا دیتا ہے
سورج کا ڈوب جانا بھی
زندگی کی ایک علامت ہے
پرندوں کی آوازوں میں دعائیں ہیں
جو شہروں کو اجڑنے نہیں دیتیں
ورنہ سیاہ بادلوں کے پیچھے عذاب چھپے ہوئے ہیں
دوڑتے ہوئے سیاہ گھوڑوں جیسی
آندھیاں ہیں
جو جاگتی بستیوں کو پل بھر میں اندھیرا کر دیں
اور صبح جب اجالا پھلتا ہے
تو پرندوں کی چہچہاتی آوازیں دعاؤں کی صورت
آسمانوں کو گرنے سے روکتی ہیں
اکمل نوید (anwer7star)

خلافت وشہادت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی سیرت و تاریخ ایسی اہم چیز ہے، جس کی ہر دور میں ہر مسلمان مرد و زن کو ضرورت رہی ہے۔ان بہادر و بے مثال اشخاص کی زندگی ہمارے لئے ایک نمونہ ہے۔انھی اشخاصؓ کی وجہ سے اللہ تعالی نے ہمارے سینوں میں اسلام کی مشعل روشن کی۔۔۔انکی سیرت و تاریخ کا ہر پہلو خواہ وہ صحابیتؓ کے حوالے سے ہو، خلافت کے حوالے سے ہو، علم و قضا ہو، خواہ طب و حکمت سے متعلق ہو، یقیناً اُمت اسلامیہ اس پر فخر کر سکتی ہے اور کرتی رہے گی۔۔۔۔

ان مطہر نفوس کی زندگی کا ہر پہلو ہر دور اور ہر نسل و قوم کیلئے مشعل راہ اور مینارۂ نور رہا ہے، ہر نسل و قوم نے ان سے ایمان، تقوی، جہاد و قوت، حکم و عدل نیز احسان و اکرام اور حکمت و تدبر کا خزینہ حاصل کیا ہے۔وہ مینارۂ اسلام کیسے نہ ہوں جبکہ وہ حق کے حقیقی اہل اور رشد و ہدایت کیلئے سبیل ہیں۔اُنہی نفوس قدسیہ میں ایک عظیم المرتبت شخصیت خلیفہ راشد امیر المومنین مراد مصطفی ﷺ، امام عادل، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ:

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حد درجہ ذہین، سلیم الطبع، بالغ نظر اور صائب الرائے تھے۔قرآن پاک کے متعدد احکامات آپؓ کی رائے کے مطابق نازل ہوئے مثلاً اذان کا طریقہ، عورتوں کے لئے پردہ کا حکم اور شراب کی حرمت۔آپؓ شجاعت، فصاحت و بلاغت اور خطابت میں یکتائے زمانہ افراد میں سے تھے۔آپؓ نے اپنی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ فیضان نبوت ﷺ سے سیرابی میں بسر کیا مگر محتاط مزاج کی بنا پر احادیث کی روایت بہت کم فرماتے، فقہ اور اجتہاد میں بلند مقام رکھتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (رضوان اللہ عنہم) جن تک آئمہ فقہ کے سلاسل جا کر ملتے ہیں، آپؓ کے تربیت یافتہ تھے۔آپؓ کے تفقہ کی صداقت کی گواہی اس مشہور واقعہ سے ملتی ہے کہ ایک یہودی اور منافق میں کسی بارے میں تنازعہ ہوا۔انہوں نے آپ ﷺ سے فیصلہ کروایا۔رسول کریم ﷺ نے بیانات کے بعد فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔وہ منافق حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ آپؓ فیصلہ فرمادیں مگر جب آپؓ کو معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ مقدمہ کا فیصلہ فرما چکے ہیں اور اب منافق مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے تو تلوار اٹھا کر منافق کا سر قلم کر دیا۔قرآن کریم نے سورہ نساء میں اس فیصلہ کی توثیق کی اور مستقل طور پر یہ اصول طے پایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو آخری حیثیت حاصل ہے اور جو اس فیصلہ کو درست تسلیم نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔(تاریخ اسلام)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علمی مقام و مرتبہ:

اسلام کی آمد سے قبل عرب میں لکھنے اور پڑھنے کا کوئی خاص رواج نہ تھا۔جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو قبیلہ قریش میں

صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اسی زمانہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فرامین، آپؓ کے خطوط، آپؓ کے خطبات اور توقیعات، اب تک سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ جن سے آپؓ کی قوت تحریر، برجستگی کلام اور زور تحرو تقریر کا ایک اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ (بصرہ کے گورنر) کے نام آپؓ کے ایک خط کے چند کلمات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"امابعد (اے ابو موسیٰؓ!) عمل کی مضبوطی یہ ہے کہ آج کا کام، کل پر نہ اٹھا کر رکھیں، اگر ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام اکٹھے جمع ہو جائیں گے اور تم پریشان ہو جاؤ گے، پہلے کس کام کو کریں اور کس کام کو چھوڑ دیں اس طرح کچھ کام نہیں ہو سکے گا"۔۔۔ فصاحت وبلاغت کا یہ عالم تھا کہ آپؓ کے بہت سے مقولے عربی ضرب المثل بن گئے، جو آج بھی عربی ادب کی جان ہیں۔ اسی طرح آپؓ کو علم الانساب میں بھی ید طولیٰ اور کمال حاصل تھا۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی فتوحات اور طرز حکمرانی:

آپؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں کو بے مثال فتوحات اور کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ آپؓ نے قیصر و کسریٰ کو پیوند خاک کر کے اسلام کی عظمت کا پرچم لہرانے کے علاوہ شام، مصر، عراق، جزیرہ، خوزستان، عجم، آرمینہ، آذربائیجان، فارس، کرمان، خراسان اور مکران فتح کئے۔ آپؓ کے دور خلافت میں 3600 علاقے فتح ہوئے، 900 جامع مساجد اور 4 ہزار مساجد تعمیر ہوئیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں بیت المال اور عدالتیں قائم کیں، عدالتوں کے قاضی مقرر کئے۔ آپؓ نے سن تاریخ کا اجراء کیا جو آج تک جاری ہے۔ مردم شماری کرائی، نہریں کھدوائیں، شہر آباد کروائے، دریا کی پیداوار پر محصول لگایا اور محصول مقرر کئے، تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔ جیل خانہ قائم کیا، راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال دریافت کرنے کا طریقہ نکالا۔ پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ جابجا فوجی چھاؤنیاں قائم کیں، تنخواہیں مقرر کیں، پرچہ نویس مقرر کئے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک مسافروں کے لئے مکانات تعمیر کروائے۔ گم شدہ بچوں کی پرورش کے لئے روزینے مقرر کئے۔ مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے۔ مکاتب و مدارس قائم فرمائے۔ معلمین اور مدرسین کے مشاہرے مقرر کئے۔ تجارت کے گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ وقف کا طریقہ ایجاد کیا، مساجد کے آئمہ کرام اور موذنین کی تنخواہیں مقرر کیں، مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام کیا۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ نے عوام کے لئے بہت سے فلاحی و اصلاحی احکامات اور اصطلاحات جاری کیں۔ (تاریخ اسلام)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمنائے شہادت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پورا یقین تھا کہ انہیں شہادت نصیب ہو گی۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبلِ احد پر چڑھے۔ اُن کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی

تھے، پہاڑ لرزنے لگا۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پہاڑ پر اپنا پائے اقدس مار فرمایا۔ اے احد! ٹھہر جا۔ تجھ پر اس وقت ایک نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ایک صدیقؓ اور دو شہیدؓ موجود ہیں۔ (بخاری شریف)

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنینؓ شہادت کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ دعا کا ترجمہ!

اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب فرما، مجھے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہر میں موت نصیب فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ

اے اللہ! میں تیرے راستے میں کٹ مرنے کی درخواست کرتا ہوں، تیرے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے شہر میں موت چاہتا ہوں، اس پر ام المؤمنین سیدہ حفصہؓ نے عرض کیا ابا جانؓ! یہ کیسے ممکن ہوگا۔۔؟؟ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا اگر اللہ چاہے گا تو اس کے اسباب فراہم کر دے گا۔ (الطبقات الکُبریٰ)

حضرت سیدنا عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا مدینہ منورہ میں آخری خطبہ:

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ نے 23 ہجری 21 ذوالحجہ کو اپنی زندگی کا آخری خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اس خطبے کے بعض اقتباسات نقل فرمائے ہیں۔ اس خطبۂ میں حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے ایک خواب کا بھی تذکرہ فرمایا اور اس کی از خود تعبیر بھی فرمائی۔ انہوںؓ نے فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ یہ میرا پیغامِ وفات ہے، میں نے دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے دو دفعہ چونچ ماری ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ سرخ رنگ کا مرغا تھا میں نے اسماء بنت عمیسؓ کے سامنے اُسے بیان کیا تو وہ کہنے لگیں؛ تمہیں عجمی آدمی قتل کرے گا اور فرمایا: پوری قوم مجھے اپنے بعد خلیفہ کے تعین کا مشورہ دیتی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور منصبِ خلافت کو ضائع نہیں فرمائے گا اور نہ اس شریعت کو کوئی گزند پہنچ دے گا جسے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم لیکر تشریف لائے۔ اگر میرا وقت اجل آن پہنچا ہے تو خلافت کا معاملہ ان چھ آدمیوں (حضرت عثمان ذوالنورینؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ رضی اللہ عنھم) کے سپرد ہوگا جن سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بوقتِ وفات راضی تھے۔ (مسلم شریف، مسند احمد)

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت:

حضرت عمرو بن میمونؒ بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت سیدنا عمرؓ زخمی ہوئے، میں نماز فجر کیلئے صف میں موجود تھا، میرے اور حضرت عمرؓ کے درمیان صرف حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی تھے۔ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی عادت تھی کہ جب صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے "برابر ہو جاؤ" جب وہ دیکھتے کہ صفوں میں خلا نہیں رہا تو آگے بڑھتے اور تکبیر تحریمہ کہتے۔ آپؓ پہلی رکعت میں سورہ یوسف یا سورہ نحل یا اتنی ہی طویل کوئی اور سورت پڑھتے تھے تا کہ لوگ جماعت میں شامل ہو جائیں۔

اس دن ابھی آپ نے تکبیر تحریمہ ہی کہی تھی میں نے آپؓ کی آواز سنی، مجوسی غلام ابولؤلؤفیروز مجوسی (دودھاری خنجر سے) آپؓ پر حملہ آور ہوا، پھر وہ اپنادودھاری خنجر لیکر دائیں بائیں وار کرتا ہوا آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اُس نے 13 حضرات کو زخمی کیا، جن میں سات حضرات شہید ہوگئے۔ ایک صحابیؓ نے اِس ملعون پر کپڑاڈال کر جب اُسے جکڑ لیاتو اُس ملعون ابولؤلؤفیروز مجوسی نے خودکشی کرکے اپنے آپ کو جہنم واصل کرلیا۔ اُدھر حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کاہاتھ پکڑااور اِنہیں امامت کیلئے مصلے پر کھڑا کردیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے مختصر نماز پڑھائی۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا!اے ابن عباسؓ! دیکھو کس نے مجھ پر حملہ کیا۔؟ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عرض کیا؛ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے غلام نے (آپؓ پر حملہ کیا)۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا!جولوہار ہے۔۔؟ حضرت ابن عباسؓ نے عرض کی۔ جی ہاں!! حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ اُسے برباد کرے، میں نے تو اس کیلئے بھلائی کا حکم دیا۔ اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی ایسے آدمی کے ہاتھوں مقدر نہیں کی جو اسلام کا مدعی ہو۔

بعد ازاں زخمی حالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اُنکے گھر منتقل کیا گیا۔ ہم بھی آپؓ کے ساتھ ساتھ آئے۔ (یہ اتنا المناک دن تھا) ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لوگوں پر اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں۔ پھر نبیذ لائی گئی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ نبیذ پی لی لیکن ساری نبیذ پیٹ کے زخموں سے باہر نکل آئی، پھر دودھ لایا گیا وہ بھی آپؓ نے پی لیا لیکن وہ بھی پیٹ کے زخموں کے راستے نکل گیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت یقینی ہے۔ اسی دوران ایک نوجوان آکر عرض کرنے لگا اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! آپؓ کو اللہ تعالی کی طرف سے خوشخبری ہو کہ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل رہی اور آپؓ نے ابتدائی دور میں اسلام لانے کا شرف حاصل کیا۔ جو آپؓ کو معلوم ہے پھر آپؓ خلیفہ بنائے گئے اور آپؓ نے پورے انصاف کیساتھ حکومت کی اور (آپؓ کو شہادت نصیب ہوئی)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تو اس بات پر بھی خوش ہوں کہ ان تمام باتوں کی وجہ سے میرا معاملہ برابری پر ہی ختم ہو جائے۔ پھر وہ نوجوان واپس ہوا تو اسکا تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا، آپؓ نے فرمایا، اس نوجوان کو واپس بلاؤ۔ جب وہ آیا تو آپؓ نے فرمایا؛ میرے بھتیجے! اپنا تہبند اوپر اٹھاؤ۔ اس سے کپڑا صاف رہے گا اور یہ عمل اللہ کے ہاں تقوی کا باعث بھی ہو گا۔ پھر فرمایا؛ اے عبداللہ ابن عمرؓ! دیکھو بیٹے میرے ذمے کتنا قرض ہے۔۔؟ حساب لگایا گیا تو کل قرضہ تقریباً چھیاسی ہزار تھا۔ تو حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو قرض کی ادائیگی کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور اُنہیں کہنا کہ عمرؓ نے آپؓ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے، اُن سے عرض کرنا کہ عمر بن خطابؓ اپنے دوساتھیوں کیساتھ (حجرے میں) دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔

★

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے اُم المؤمنینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور اجازت لیکر حجرہ شریف میں داخل ہو گئے، دیکھا کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ رو رہی ہیں، حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے عرض کی۔ عمر بن خطابؓ آپؓ کو سلام کہتے ہیں اور اُنہوں نے اپنے دو ساتھیوں کیساتھ (آپؓ کے حجرے میں) دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے خاص کر رکھی تھی مگر آج میں انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے واپس آکر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے میرے لئے سب سے اہم معاملہ یہی تھا۔ دیکھو! جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور ایک بار پھر اُن سے (اُن کے حجرہ شریف میں) مجھے دفن کرنے کی درخواست کرنا، اگر اجازت مل جائے تو حجرہ اقدس میں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رحلت کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ سے دوسری بار اجازت لیکر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے دونوں ساتھیوں (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ) کے ساتھ دفن کر دیا۔۔۔

حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ پر حملہ ہوا تو میں نے انکی زبان سے تلاوت سنی، آپؓ قرآن مجید کی یہ والی آیت مبارکہ پڑھ رہے تھے۔

ترجمہ! اور اللہ کا حکم ہمیشہ سے اندازے کے مطابق ہے، جو طے کیا ہوا ہے۔ (سورۃ الاحزاب)

مشہور تاریخی روایات سے یہی بات ثابت ہے کہ 23 ہجری 26 یا 27 ذوالحجہ کو نماز فجر میں سیدنا فاروق اعظمؓ پر ابو لؤلؤ فیروز مجوسی ملعون نے حملہ کیا اور تین دن کے بعد یکم محرم الحرام کو امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ صحیح قول کے مطابق بوقت شہادت انکی عمر مبارک 63 سال تھی۔ آپؓ کی مدتِ خلافت دس سال، چھ ماہ تین دن پر محیط ہے۔

حضرت معاویہؓ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو انکی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رحلت فرمائی تو انکی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی اور حضرت عمر فاروقؓ شہید ہوئے تو انکی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی۔ حضرت عبد اللہؓ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صہیب بن سنانؓ رومی نے آپؓ کی نمازِ جنازہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھائی۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبر میں چار افراد حضرت عثمانؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت عبد اللہؓ ابن عمرؓ اترے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین حجرہ نبویہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی۔

★

ایک سبق ایک درس

کہتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں ایک اعرابی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی کچھ لوگ اس کے پاس پوچھنے اور سبب معلوم کرنے آئے کہ اُس نے طلاق کیوں دی.

وہ کہنے لگا: کہ وہ ابھی عدت میں ہے ابھی تک وہ میری بیوی ہے مجھے اُس سے رجوع کا حق حاصل ہے میں اگر اس کے عیب تمہارے سامنے بیان کر دوں تو رجوع کیسے کروں گا ؟؟؟

لوگوں نے انتظار کیا اور عدت ختم ہو گئی اور اس شخص نے رجوع نہیں کیا لوگ دوبارہ اُس کے پاس آئے تو اس نے کہا: اگر میں نے اب اس کے بارے میں کچھ بتایا تو یہ اُس کی شخصیت مسخ کرنے کے مترادف ہو گا اور کوئی بھی اس سے شادی نہیں کرے گا!!!

لوگوں نے انتظار کیا حتٰی کہ اس عورت کی دوسری جگہ شادی ہو گئی

لوگ پھر اُس کے پاس آئے اور طلاق کا سبب پوچھنے لگے

اس اعرابی نے کہا: اب چونکہ وہ کسی اور کی عزت ہے اور مروت کا تقاضا یہ ہے کہ میں پرائی اور اجنبی عورت کے بارے میں اپنی زبان بند رکھوں ۔"

کیا آج کے دور میں ہیں ایسے لوگ ؟؟؟

بلکہ کہیں رشتہ ہونے لگے تو بے شمار غلطیاں نکال کر بتا دیتے ہیں اور تو اور طلاق دینے کے بعد کسی حرام خور عامل کے پاس جا کر اس پر جادو کروا دیتے ہیں کہ میں دیکھتا ہوں کون کرتا ہے تم سے شادی. اس لیئے بیٹیوں کی شادیاں وہاں کریں جہاں لوگ انہیں اپنی عزتیں سمجھیں نہ کہ وقت گزاری کا ذریعہ۔۔۔۔۔

قراردادِ پاکستان سے قیامِ پاکستان تک

اُصولِ فطرت ہے کہ اُجالے اندھیروں کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ برعظیم پاک وہند کی تاریخ بھی اِسی نوعیت کی ہے۔ فرائض سے غفلت اور مغلیہ حکمرانوں کی تن آسانی کی وجہ سے مسلمان انگریزوں کے دست نگر بن گئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلم اقتدار کا چراغ گل ہو گیا۔ جنگِ آزادی میں یوں تو ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا لیکن شکست کے بعد منہ پھیر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ کر اُن پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے۔ ظلم وجور کی چکی میں پستے ہوئے مسلمانوں کو سر سید احمد خان نے بیدار کیا۔ دو قومی نظریے نے خوابیدہ مسلمانوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی شاعری نے مسلمانوں کی عروقِ مردہ میں خونِ زندگی دوڑا دیا۔ انڈین نیشنل کانگریس معرضِ وجود میں آئی لیکن بہت جلد اُس کا چہرہ بے نقاب ہو گیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی بصیرت نے مسلمانوں میں شمعِ نوید روشن کی۔ مسلمانوں میں جذبۂ حریت پروان چڑھنے لگا۔ انگریزوں نے اپنے پاؤں مضبوط کرنے کے لئے طرح طرح کے منصوبہ جات، ایکٹ اور مختلف مراعات سے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کی۔

بنگال کی تقسیم' مسلم لیگ کا قیام' تنسیخ بنگال' پہلی جنگ عظیم کا آغاز واختتام' جلیاں والا باغ کا سانحہ' تحریک خلافت' نہرو رپورٹ' قائداعظم کے چودہ نکات' خطبہ الٰہ آباد' کانگریسی وزارتیں اور ہندوؤں کے مظالم جیسے تاریخی اُتار چڑھائو کے بعد دوسری جنگ عظیم (1939-1945) کے آغاز نے تحریک پاکستان کو تقویت بخشی۔ 22مارچ 1940ء جمعتہ المبارک سہ پہر بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے منٹو پارک لاہور میں منعقدہ جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے قیام پاکستان، دو قومی نظریہ اور اسلامی نظامِ حیات پر روشنی ڈالی۔ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے مسلمان 23مارچ 1940ء کو سوئے منزل چلے۔ نتائج سے بے خوف' زندگی آزادی کے سپرد کرنے والے' اذانِ حق کے پرستار' قائداعظم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ "بن کے رہے گا پاکستان' لے کے رہیں گے پاکستان' پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ" ایسے نعرے لبوں سے نہیں' دل سے بلند ہو رہے تھے۔ چشمِ فلک نے دیکھا کہ قوت ہار گئی اور جذبے جیت گئے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی صدارت میں مسلمان ایک جھنڈے تلے اکٹھے ہوئے۔ شیر بنگال چودھری فضل الحق نے قائداعظم کی تقریر کی روشنی میں ایک قرارداد پیش کی اور پھر وقت نے ثابت کر دیا کہ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے پیش کردہ خاکے کو رنگِ حقیقت ملنے کے آثار ہویدا ہونے لگے۔ مایوسی سے بند

ہوتی آنکھوں کو تنویر مل گئی۔

ہفتہ 23مارچ1940ء کو پیش کی جانے والی قرارداد تاریخ عالم میں وہ پہلی قرارداد ہے جس نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی اور ظلمت کے اندھیروں میں بھٹکتی ہوئی قوم کو آزادی کی روشنی عطا کی۔ قائداعظم نے اعلان کر دیا

"مجھے یقین ہے کہ مَیں آپ کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہوتا ہوں۔ جب مَیں یہ کہتا ہوں کہ مسلم ہند اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا جب تک کہ وہ اپنا منتہائے مقصود حاصل نہیں کر لے گا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی مشہور قراردادِ لاہور میں ہماری منزلِ مقصود کی واضح انداز میں نشان دہی کی جا چکی ہے اور یہ ہند کے سیاسی مسئلے کا واحد حل ہے۔" (دی ڈان 23مارچ1944ء)

حصولِ آزادی کے لئے قراردادِ پاکستان سے قیامِ پاکستان تک مسلم مشاہیر نے برصغیر پاک و ہند کے کونے کونے تک آزادی کا پیغام پہنچایا۔ قائدِ اعظم نے ہر ایک کا دروازہ کھٹکھٹایا اور پیغامِ آزادی دیا۔ اُنھوں نے واضح کر دیا کہ ہماری جنگ دستوری ہے۔ ہم اپنے مطالبوں سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ یونینسٹ پارٹی کی کچھ منفی سرگرمیوں کی پروا کئے بغیر آزادی کا سفر سبک رفتاری سے جاری رہا۔ قائداعظم محمد جناح نے کشمیر مسلم نیشنل کانفرس سے خطاب کرتے ہوئے کہا

"مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ ریاست کے مسلمان بیدار ہو گئے ہیں اور متحد کھڑے ہیں۔ جیسا کہ اب میں دیکھتا ہوں کہ اس پنڈال میں ایک لاکھ کے اجتماع میں بوڑھے بھی ہیں اور جوان بھی، مزدور بھی ہیں اور تجار بھی۔" (19جون1944ء)

جلسے جلوسوں کا سلسلہ زور پکڑنے لگا۔ مسلمانوں کا اُصولی مؤقف حکومتی ایوانوں میں گونجنے لگا۔ اس تحریک کو دبانے کے لئے تمام حربے استعمال میں لائے گئے لیکن مسلمانوں کے جذبے کی حرارت کم نہ ہوئی۔ موہن داس کرم چند گاندھی نے اخبارات کا سہارا لے کر پروپیگنڈا شروع کیا۔ مختلف نوعیت کے وفود قائداعظم سے رابطے کرتے رہے، کئی مشن آتے جاتے رہے۔ اگر تحریک کا بغور مطالعہ کیا جائے تو مسٹر گاندھی اور مسٹر راج گوپال اچاریہ مخالفت کے باوجود قائداعظم کے مؤقف کو رد نہ کر سکے۔ قائداعظم نے فرمایا:

"کرپس کی تجاویز کی پشت پر بھی برطانوی حکومت کی طاقت موجود تھی اور برطانیہ نے اپنی کابینہ کے ایک رکن کو اتنی دور سے ہند بھیجا تاکہ وہ بہ نفسِ نفیس کانگریس اور مسلم لیگ کے سامنے معاملہ پیش کر سکیں۔ نہ صرف یہ، کرپس نے ان نکات کی وضاحت کرنے کے لئے جو کانگریس اور مسلم لیگ نے اٹھائے، دو ہفتے سے زیادہ کانگریس رہنماؤں اور مجلس عاملہ کے ساتھ صرف کئے۔ یہ درست ہے کہ یہ شرط وہاں بھی تھی کہ کرپس تجاویز کی بنیادی باتوں میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا اور یہی سبب تھا کہ وہ ناکام ہو گئے لیکن مسٹر گاندھی اور سی راج گوپال اچاریہ تو شاہ سے زیادہ شاہ پرستی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔" (30 جولائی1944ء)

پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے طالب علم قائداعظم کے شانہ بشانہ میدانِ عمل میں کود پڑے۔ مولانا ظفر علی خان اور مجید نظامی کے قلم آزادی کی روشنائی سے منور تحریریں قرطاس پر بکھیرنے لگے۔ روزنامہ "نوائے وقت" کا بھی اجراء ہو گیا۔

قائداعظم محمد علی جناح اور مسٹر گاندھی کے مابین مراسلات کا سلسلہ جاری رہا۔ قائداعظم نے واضح کردیا "پاکستان شرطِ اوّل ہے، اس کے بغیر کسی قسم کی مراسلت بے سود ہوگی۔ قراردادِ لاہور کے بارے میں ہندو اخبارات نے اسے قراردادِ پاکستان کا نام دیا۔ یاد رہے! کہ کچھ احباب کا یہ کہنا ہے کہ قراردادِ لاہور کی منظوری کے وقت مسز مولانا محمد علی جوہر نے اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ یہ قراردادِ پاکستان ہے۔"مختلف نوعیت کے مذاکرات ہوتے رہے لیکن مسلمان اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ گاندھی کی مکارانہ حکمتِ عملی بھی دم توڑ گئی۔ مسلم لیگ منصوبہ بندی کمیٹی نے 5 نومبر 1944ء کو معاشی اور صنعتی پالیسیوں کا اعلان بھی کیا۔

قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی ٹیم کے ہمراہ مختلف تقریبات میں شریک ہو کر آزادی کی لہر میں مزید اضافہ کیا۔ لاہور میں یومِ اقبال کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

"ہر چند کہ وہ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کا شعر، جو لافانی ہے، ہماری رہنمائی اور فیضان روحانی کے لئے ہمیشہ موجود رہے گا۔ ان کی شاعری طرز کے اعتبار سے حسین اور زبان کے لحاظ سے دلکش ہونے کے علاوہ ہمارے سامنے اس عظیم شاعر کے ذہن اور قلب کی ایک تصویر پیش کرتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ انھیں اسلامی تعلیمات سے کس قدر گہری عقیدت تھی۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے ایک سچے اور وفا کیش پیروکار تھے۔ اوّل مسلمان اور آخر مسلمان۔ وہ اسلام کے شارح اور اس کی صدا تھے۔" (دی ڈان، 11 دسمبر 1944ء)

دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر برصغیر پاک و ہند سیاسی کشمکش کا مرکز بن چکا تھا۔ مسلمان ہر صورتِ حال کا سامنا کرنے کے لئے سربکف تھے۔ 22 مارچ 1945ء کو یومِ پاکستان کی تقریب کے موقع پر مسلمانوں نے اعلان کیا وہ حصولِ پاکستان تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ نیشنل گارڈز پنجاب کے جوان قائداعظم کا ہراول دستہ بن گئے۔ لارڈ ویول نے مسلمانوں کو جال میں پھنسانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ 1946ء کے الیکشن میں مسلم لیگ نے واضح اکثریت حاصل کرلی۔ اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور ہوگیا۔ یومِ فتح کے موقع پر قائداعظم کا پیغام مسلمانوں کے لئے نویدِ مسرت ثابت ہوا۔ مختلف اخبارات، رسائل اور جرائد نے مسلم لیگ کی کامیابی کو سراہا۔ عالمی پریس نے بھی کروٹ بدلی اور مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کی حمایت کردی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے جلسے بھی منہ تکتے رہ گئے۔ اتحاد، تنظیم، ایمان، کا نعرہ لے کر قائداعظم محمد علی جناح آگے بڑھے۔ رحمن کا رحم مسلمانوں کے سروں پر ایک سائبان تھا۔ 3 جون 1947ء کو تقسیم ہند کا اعلان کردیا گیا۔ لارڈ مائونٹ بیٹن اور ریڈکلف کے گٹھ جوڑ سے بائونڈری لائن بہت متاثر ہوئی۔ مسلم اکثریت کے بہت سے علاقہ جات ہندوستان کو دے دیئے گئے۔

14 اگست 1947ء بمطابق درمیانی شب 26/27 رمضان 1366ھ پاکستان دنیا کے نقشے پر اُبھرا۔ قائداعظم کی ولولہ انگیز بے خوف قیادت نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ اندھیرے سے اجالے تک کے اس سفر میں مسلمانوں کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا 'ان کا تصور ہی دل دہلا دینے کو کافی ہے۔ مسلمانوں کو آگ و خون کا دریا عبور کرنا پڑا' بہنوں کی عصمتیں لوٹی گئیں' بھائیوں کے سر تن سے جدا کردیئے گئے' کتنے معصوم بچے یتیم ہوئے' کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں۔ مسلمان قوم نے ایک آزاد

مملکت کو پانے کے لئے جذبہ ٔ ایمان سے سرشار ہو کر اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دیا مگر افسوس کہ آج ہم اسی ملک کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے درپہ ہیں۔ ہمارے سینے میں دل تو ہے مگر قوم کے احساس کی دھڑکن نہیں' ہم آنکھیں تو رکھتے ہیں مگر کھوٹے اور کھرے کی پہچان رکھنے والی بینائی کھو چکے ہیں' لب تو رکھتے ہیں مگر ہماری زبان سچائی کا ساتھ دینے سے معذور ہے' ہاتھ تو ہیں مگر ان میں باطل کا نام ونشان مٹانے کی طاقت نہیں' ہمارے پاس تقریریں اور دعویٰ تو بہت ہیں مگر جب ان کا عملی ثبوت دینے کا وقت آتا ہے تو وقتی مصلحتوں کی خاطر اپنے آپ کو خود غرضی اور بے حسی کی چادر میں چھپا کر یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا رہے یا نہ رہے ہم تو محفوظ ہیں' ہم نے تو برائی کا ساتھ نہیں دیا مگر یاد رہے کہ ظلم پر خاموش رہنے والا بھی ظالم ہے۔ کاش ہم کبھی اپنے من کے غار حرا میں ضمیر کی دم توڑتی آوازیں بھی سن سکیں تاکہ ہمارے لب کھلیں تو سچائی کے لئے، ہاتھ اٹھے تو حق کا بول بالا کرنے کے لئے، قدم اٹھیں تو راہ حق میں۔

سچائی کا ساتھ دینا مشکل ضرور ہے مگر جب دل نورِ ایمان سے منور ہو تو منزلیں خود قریب آجاتی ہیں۔ منزل تک رسائی کے راستے ایقان کی حرارت سے ہموار ہو جاتے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ حق کا ساتھ دینے والے خطرات میں تو ضرور گھرتے ہیں مگر اپنے نیک عمل سے تاریخ کے اوراق میں اپنا نام سنہری حروف سے رقم کر جاتے ہیں اور وہ لوگ اپنی قوم کے لئے باعثِ فخر ثابت ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی آنے والوں کے لئے مشعل راہ بن جاتی ہے۔ قائداعظم کی اس امانتِ حسین کے تحفظ کے لئے ہمیں نظم وضبط، صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس میں ہر قسم کی نعمت موجود ہے۔ اس کے اظہارِ تشکر کے لئے ہمیں اپنے محاذ پر اپنا فرض ادا کرنا چاہئے۔

غزل

ہر گلی کوچے میں رونے کی صدا میری ہے
شہر میں جو بھی ہوا ہے وہ خطا میری ہے

یہ جو ہے خاک کا اک ڈھیر بدن ہے میرا
وہ جو اڑتی ہوئی پھرتی ہے قبا میری ہے

وہ جو اک شور سا برپا ہے عمل ہے میرا
یہ جو تنہائی برستی ہے سزا میری ہے

میں نہ چاہوں تو نہ کھل پائے کہیں ایک بھی پھول
باغ تیرا ہے مگر باد صبا میری ہے

ایک ٹوٹی ہوئی کشتی سا بنا بیٹھا ہوں
نہ یہ مٹی نہ یہ پانی نہ ہوا میری ہے

ماہِ محرم الحرام اور یومِ عاشوراء

یوم عاشوراء زمانۂ جاہلیت میں قریشِ مکہ کے نزدیک بڑا محترم دن تھا، اسی دن خانۂ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا اور قریش اس دن روزہ رکھتے تھے، قیاس یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کچھ روایات اس کے بارے میں ان تک پہنچی ہوں گی، رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ قریش ملتِ ابراہیمی کی نسبت سے جو اچھے کام کرتے تھے، ان کاموں میں آپ ان سے اتفاق واشتراک فرماتے تھے، اسی بنا پر حج میں بھی شرکت فرماتے تھے، اپنے اس اصول کی بنا پر آپ قریش کے ساتھ عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے؛ لیکن دوسروں کو اس کا حکم نہیں دیتے تھے، پھر جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور یہاں یہود کو بھی آپ نے عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا اور ان کی یہ روایت پہنچی کہ یہ وہ مبارک تاریخی دن ہے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے نجات عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے روزے کا زیادہ اہتمام فرمایا اور مسلمانوں کو بھی عمومی حکم دیا کہ وہ بھی اس دن روزہ رکھا کریں (بخاری ۱/۴۸۱) بعض حدیثوں میں ہے کہ آپ نے اس کا ایسا تاکیدی حکم دیا جیسا حکم فرائض اور واجبات کے لیے دیا جاتا ہے؛ چنانچہ بخاری ومسلم میں سلمہ بن الاکوع اور ربیع بنت معوذ بن عفراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کی صبح مدینہ منورہ کے آس پاس کی ان بستیوں میں جن میں انصار رہتے تھے، یہ اطلاع بھجوائی کہ جن لوگوں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ آج کے دن روزہ رکھیں، اور جنھوں نے کچھ کھاپی لیا ہو وہ بھی دن کے باقی حصے میں کچھ نہ کھائیں؛ بلکہ روزہ داروں کی طرح رہیں، بعد میں جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو عاشورہ کے روزہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور اس کی حیثیت ایک نفل روزہ کی رہ گئی (بخاری شریف ۱/۲۶۸، مسلم شریف ۱/۳۶۰) لیکن اس کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی رہا کہ آپ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں میں سب سے زیادہ اسی روزہ کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ حدیث آگے آرہی ہے (معارف الحدیث ۴/۱۶۸)

یوم عاشورہ کی تاریخی اہمیت:

یوم عاشورہ بڑا ہی مہتم بالشان اور عظمت کا حامل دن ہے، تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں؛

چناں چہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

(۱) یوم عاشورہ میں ہی آسمان وزمین، قلم اور حضرت آدم علیہما السلام کو پیدا کیا گیا۔

(۲) اسی دن حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی۔

(۳) اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۴) اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہو کر کوہِ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔ ★

(۵) اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو،، خلیل اللہ " بنایا گیا اور ان پر آگ گلِ گلزار ہوئی۔

(۶) اسی دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۷) اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔

(۸) اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کی حضرت یعقوب علیہ السلام سے ایک طویل عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔

(۹) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم واستبداد سے نجات حاصل ہوئی۔

(۱۰) اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔

(۱۱) اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت واپس ملی۔

(۱۲) اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو سخت بیماری سے شفا نصیب ہوئی۔

(۱۳) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔

(۱۴) اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔

(۱۵) اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

(۱۶) اور اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کے شر سے نجات دلا کر آسمان پر اٹھایا گیا۔

(۱۷) اسی دن دنیا میں پہلی بارانِ رحمت نازل ہوئی۔

(۱۸) اسی دن قریش خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔

(۱۹) اسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہ سے نکاح فرمایا۔

(۲۰) اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشۂ فاطمہ رضی اللہ عنہما کو میدانِ کربلا میں شہید کیا۔

(۲۱) اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔(نزہۃ المجالس ۱/ ۳۴۷، ۳۴۸، معارف القرآن پ ۱۱ آیت ۹۸۔ معارف الحدیث ۴/ ۱۶۸)

یومِ عاشورہ کی فضیلت:

مذکورہ بالا واقعات سے تو یوم عاشورہ کی خصوصی اہمیت کا پتہ چلتا ہی ہے، علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس دن کی متعدد فضیلتیں وارد ہیں؛ چنانچہ:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مارأیتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یتحرّیٰ صیامَ یومٍ فضَّلَہ علی غیرہ الّا ہذا الیومَ یومَ عاشوراءَ وہذا الشہرَ یعنی شہرَ رَمَضان (بخاری شریف ۱/ ۲۶۸، مسلم شریف ۱/ ۳۶۱، ۳۶۰)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی فضیلت والے دن کے روزہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتے نہیں دیکھا، سوائے اس دن یعنی یوم عاشوراء کے اور سوائے اس ماہ یعنی ماہِ رمضان المبارک کے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے طرزِ عمل سے یہی سمجھا کہ نفل روزوں میں جس قدر اہتمام آپ یومِ عاشورہ کے روزہ کا کرتے تھے، اتنا کسی دوسرے نفلی روزہ کا نہیں کرتے تھے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لَیْسَ لِیَوْمٍ فَضْلٌ عَلٰی یومٍ فِي الصِّیَامِ الاَّ شَہْرَ رَمَضَانَ وَیَوْمَ عَاشُوْرَاءَ. (رواہ الطبرانی والبیہقی، الترغیب والترہیب ۱۱۵، ۲)

روزہ کے سلسلے میں کسی بھی دن کو کسی دن پر فضیلت حاصل نہیں؛ مگر ماہِ رمضان المبارک کو اور یوم عاشورہ کو (کہ ان کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہے)۔

(۳) عن اَبي قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم: اِنِّي اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُکَفِّرَ السنۃَ التي قَبْلَہ. (مسلم شریف ۳۶۷، ۱، ابن ماجہ ۱۲۵)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عاشوراء کے دن کا روزہ گذشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ (ابن ماجہ کی ایک روایت میں "السنۃ التی بعدہا" کے الفاظ ہیں) کذا فی الترغیب ۲/ ۱۱۵)

ان احادیث شریف سے ظاہر ہے کہ یوم عاشوراء بہت ہی عظمت و تقدس کا حامل ہے؛ لہٰذا ہمیں اس دن کی برکات سے بھرپور فیض اٹھانا چاہیے۔

ماہِ محرم کی فضیلت اور اس کی وجوہات

یوم عاشوراء کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ میں محرم کے پورے ہی مہینے کو خصوصی عظمت حاصل ہے؛ چنانچہ چار وجوہ سے اس ماہ کو تقدس حاصل ہے:

(۱) پہلی وجہ تو یہ ہے کہ احادیث شریفہ میں اس ماہ کی فضیلت وارد ہوئی ہے؛ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ماہِ رمضان المبارک کے بعد کون سے مہینہ کے میں روزے رکھوں؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہی سوال ایک دفعہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا تھا، اور میں آپ کے پاس بیٹھا تھا، تو آپ نے جواب دیا تھا کہ: اِنْ کُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَہْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّہ شَہْرُ اللّٰہِ فِیْہِ یَوْمٌ تَابَ اللّٰہُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ وَیَتُوْبُ فِیْہِ عَلٰی قَوْمٍ آخَرِیْنَ. (ترمذی ۱/ ۱۵۷) یعنی ماہ رمضان کے بعد اگر تم کو روزہ رکھنا ہے تو ماہِ محرم میں رکھو؛ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ (کی خاص رحمت) کا مہینہ ہے، اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور آئندہ بھی ایک قوم کی توبہ اس دن قبول فرمائے گا۔

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَفۡضَلُ الصِّیَامِ بَعۡدَ صِیَامِ شَہۡرِ رَمَضَانَ شَہۡرُ اللّٰہِ الۡمُحَرَّمُ. (ترمذی ۱/۱۵۷) یعنی ماہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد سب سے افضل روزہ ماہ محرم الحرام کا ہے۔

اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنۡ صَامَ یَوۡمًا مِنَ الۡمُحَرَّمِ فلہ بِکُلِّ یَوۡمٍ ثَلَاثُوۡنَ یَوۡمًا. (الترغیب والترہیب ۲/۱۱۴) یعنی جو شخص محرم کے ایک دن میں روزہ رکھے اور اس کو ہر دن کے روزہ کے بدلہ تیس دن روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔

(۲) مندرجہ بالا احادیث شریفہ سے دوسری وجہ یہ معلوم ہوئی کہ یہ "شہرُ اللہ" ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کا مہینہ ہے تو اس ماہ کی اضافت اللہ کی طرف کرنے سے اس کی خصوصی عظمت وفضیلت ثابت ہوئی۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ مہینہ "اشہر حرم" یعنی ان چار مہینوں میں سے ہے کہ جن کو دوسرے مہینوں پر ایک خاص مقام حاصل ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں:

(۱) ذی قعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم الحرام (۴) رجب (بخاری شریف ۱/۲۳۴، مسلم ۲/۶۰)

(۴) چوتھی وجہ یہ کہ اسلامی سال کی ابتداء اسی مہینے سے ہے؛ چنانچہ امام غزالی لکھتے ہیں کہ "ماہِ محرم میں روزوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس مہینے سے سال کا آغاز ہوتا ہے؛ اس لیے اسے نیکیوں سے معمور کرنا چاہیے، اور خداوند قدوس سے یہ توقع رکھنی چاہیے کہ وہ ان روزوں کی برکت پورے سال رکھے گا۔ (احیاء العلوم اردو ۱/۶۰۱)

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

اُمّ المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے انتقال پُر ملال اور آپ ﷺ کے سرپرست و غم خوار چچا حضرت ابو طالب کی رحلت کا سال ''عام الحزن'' کہلاتا ہے، کیوں کہ اسی ایک سال میں کئی غم ناک واقعات اور سانحات پیش آئے، اس لئے یہ غم والا سال کہلائے جانے لگا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی اولاد کی ماں اور غم گسار و ہمدرد، دانا و بینا، عقل مند، بچوں کی انتہائی شفقت و محبت سے پرورش کرنے والی، ہر آڑے وقت میں ساتھ دینے والی اور شانہ بشانہ دینی خدمات میں حصہ لینے والی شریک حیات کی جدائی اور فراق کو بڑی شدت سے محسوس فرمایا۔ گھر کی پوری ذمے داری میں بھی دیگر دینی و تبلیغی ذمے داریوں کے ساتھ زبردست اضافہ ہوگیا۔ بیٹیوں کی نگہداشت اور گھریلو کام کی انجام دہی میں وقت نکالنا مشکل ہوگیا اور جب حضرت خولہ بنت حکیم کو ان تمام باتوں پر غور و خوض کا موقع ملا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تاکہ آپ ﷺ کے غم و اندوہ کو کسی طرح کم کیا جائے اور آپ کی ذمے داریوں کا بوجھ ہلکا کیا جائے۔ عرض کیا یا رسول ﷺ! میرا خیال ہے خدیجہؓ کے انتقال نے آپ ﷺ کے حزن و ملال میں اضافہ کیا ہے، ارشاد فرمایا ''ہاں'' وہ میرے بچوں کی ماں اور گھر کی ملکہ تھیں۔ خولہ نے کہا کہ پھر آپ دوسری شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خدیجہؓ کے بعد کون ہے؟ جس سے میں شادی کروں۔ حضرت خولہؓ نے آپ ﷺ کو دوسرے نکاح کا مشورہ دیا اور آپ ﷺ کی اجازت سے پیغام نکاح لے کر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کے پاس گئیں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس وقت بیوہ تھیں۔ جب آپ سے اس رشتے کے حوالے سے رائے طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا: ''میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائی ہوں، وہ میرے ہادی بھی ہیں اور میرے رہنما بھی، میری ذات کے متعلق انہیں کلی اختیار ہے۔ وہ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔''

حضرت سودہ بنت زمعہ کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خولہؓ کی بات مان لی۔ حضرت سودہؓ کی سبقت الی الاسلام، اپنے شوہر سکران بن عمرو بن عبد شمس کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت (دوسرے قافلے کے ساتھ) اپنے مہاجر مسلم شوہر کی وفات کے بعد ان کی بیوگی کے حالات حضور ﷺ کے علم میں تھے۔ حبشہ سے واپس جب مکہ پہنچے تو کچھ عرصہ بعد ان کا انتقال ہوگیا تھا۔ حضرت سودہؓ بیوہ، سن رسیدہ (عمر لگ بھگ 50 سال) اور صابرہ خاتون تھیں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا فطرتاً اور طبعیتاً ایک صالح، حق پسند اور دور اندیش خاتون تھیں۔ بزرگوں کی اطاعت، بچوں سے محبت اور سب کی خدمت کا جذبہ ان میں بھرا ہوا تھا۔ آپ سنجیدہ مزاج تھیں اور قبول اسلام سے قبل بھی زمانہ جاہلیت کے رسوم و رواج کو پسند نہیں کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضور ﷺ نے توحید و رسالت کا اعلان فرمایا تو آپ نے اس پیغام کو فوراً قبول فرمالیا اور دعوت توحید کے تین سالہ دور میں جن افراد نے اسلام قبول کیا، ان میں آپ کا نام بھی نمایاں طور پر شامل ہے۔ آپ اپنے قبیلے میں سب سے

★

پہلے مشرف بہ اسلام ہوئیں اور آپ کی کوششوں سے آپ کے شوہر، میکے اور سسرال کے خاندانوں کے بہت سے افراد نے بھی اسلام قبول کیا۔

یہ رسول کریم ﷺ ہی تھے کہ حضرت خولہؓ کی تجویز پر سیدہ سودہؓ کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور ان کا تنہائی کا ساتھی بننا آپ نے اپنے حسن اخلاق و حسن سلوک کی بناء پر گوارا فرمایا اور انہیں اپنی زوجیت میں لے کر ام المومنین کا شرف بخش دیا۔ یہ شادی حالات کے تقاضوں کے علاوہ صلہ رحمی، دل شکستگی کے ازالے اور غم زدہ خاتون کی غمگساری کے لئے تھی۔ نسبت کی اعلیٰ وابستگی اور شادی خانہ آبادی کے تمام مراحل آسانی اور عمدگی سے انجام پائے۔ سیدہ سودہؓ اس شادی سے بہت ہی مسرور تھیں۔ انہوں نے اپنی عمر رسیدگی کے دکھ کو بھی بھلا دیا اور وہ مسرور و شادکام کیوں نہ ہوتیں۔ خود کو ہلکا پھلکا کیوں نہ محسوس کرتیں، ان کی شادی ایسی بے مثال عظیم ترین شخصیت سے ہوئی جو کریم ترین، شفیق ترین، خیر البشر ﷺ قریش کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ وہ کریم و رئوف شخصیت کہ جن پر ہر نماز میں درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت سودہؓ کو اکرام و احترام سے نوازا۔ وہ آپ ﷺ کے گھر منتقل ہو گئیں۔

زرقانی کا بیان ہے کہ اپنے پہلے شوہر حضرت سکرانؓ کی زندگی میں ایک دفعہ حضرت سودہؓ نے خواب میں دیکھا کہ تکیے کے سہارے لیٹی ہیں کہ آسمان پھٹا اور ستاروں کے جھرمٹ سے نکل کر چاند ان پر گر پڑا، انہوں نے یہ خواب حضرت سکرانؓ (اپنے شوہر) سے بیان کیا تو وہ بولے۔ "اس خواب کی تعبیر یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں تو عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور تم عرب کے چاند حضرت محمد ﷺ کے نکاح میں آجاؤ گی، واقعی اس خواب کی تعبیر چند ہی مہینوں بعد پوری ہو گئی۔

بعض روایتوں کے مطابق یہ خوش بخت حضرت سودہؓ ہی ہیں جو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ نکاح حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی ہو چکا تھا، لیکن وہ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد رخصت ہو کر حضور ﷺ کے یہاں تشریف لائیں۔

حضور انور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں سے حضرت ابو رافعؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو مکہ بھیجا کہ حضرت سودہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو ساتھ لے کر آئیں، چناں چہ یہ سب حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت ابو رافعؓ کے ساتھ مدینہ منورہ آگئیں۔

حضرت سودہؓ کی طبیعت میں خوش مزاجی اور ظرافت کا پہلو تھا جس سے حضور ﷺ گاہے بگاہے محظوظ ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن رات کو حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئیں۔ حضور اکرم ﷺ بڑی دیر تک رکوع میں رہے۔ صبح ہوئی تو کہنے لگیں۔ "یارسول اللہ ﷺ! رات کو نماز میں آپ ﷺ نے اتنی دیر تک رکوع کیا کہ مجھے اپنی نکسیر پھوٹنے کا اندیشہ ہو گیا۔ چناں چہ میں بڑی دیر تک اپنی ناک سہلاتی رہی"۔ حضور ﷺ ان کی بات سن کر مسکرا اٹھے۔

★

حضرت سودہؓ بہت رحمدل اور سخی تھیں۔ جو کچھ ان کے ہاتھ آتا۔ اسے نہایت دریادلی سے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتیں۔ بقول حافظ ابن حجرؒ حضرت سودہؓ دستکار تھیں۔ اس سے جو آمدنی ہوتی۔ اسے راہ خدا میں خرچ کر دیا کرتی تھیں۔ (اصابہ)

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ ان کی خدمت میں درہموں کی ایک تھیلی ہدیہ بھیجی۔ انہوں نے پوچھا، اس میں کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا، درہم بھرے ہوئے ہیں۔ بولیں "تھیلی میں کھجوروں کی طرح؟" یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح بانٹ دیئے جس طرح کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔

حضرت سودہؓ اتنی پاکیزہ خیال اور پاکیزہ اخلاق رکھتی تھیں کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "سوائے سودہؓ کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ ان کے جسم میں میری روح ہوتی"۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ازواج مطہراتؓ سے کہا تھا: اس حج کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا، چناں چہ حضرت سودہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ نے اس ارشاد کی سختی سے پابندی کی اور گھر سے باہر تو کیا نفلی حج اور عمرہ کے لیے بھی نہ نکلیں۔ حضرت سودہؓ کہتی تھیں: میں حج اور عمرہ دونوں کر چکی ہوں، اب اللہ (اور رسول ﷺ) کے حکم کے مطابق گھر سے باہر نہ نکلوں گی"۔ آپ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں عالم بقا کو کوچ کر گئیں۔

حضور اکرم ﷺ سے سیدہ سودہؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، مگر سابق شوہر حضرت سکرانؓ سے ان کا ایک بیٹا عبد الرحمٰن تھا۔ عہدِ فاروقی میں عراق کی مکمل آزادی کا آخری معرکہ 16ھ میں جلولا کے مقام پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی زیرِ قیادت برپا ہوا جس میں عبد الرحمٰنؓ نے نہ صرف شرکت کی، بلکہ جامِ شہادت بھی نوش کیا۔ یوں حضرت سودہؓ کو ایک شہید کی ماں ہونے کا لازوال شرف حاصل ہوا۔ آپ نے زندگی کے آخری ایام میں اپنا حجرہ مبارک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام ہبہ فرما دیا تھا۔ آپ کی وفات کے متعلق مختلف روایات ہیں، حافظ ابنِ حجر کے مطابق آپ کا وصال 55 ہجری میں ہوا۔

عدالت کا فیصلہ

فتح کے جوش میں عظیم فاتح قتیبہ بن مسلم باہلی ایک غلطی کر بیٹھے ۔ انھوں نے جہاد کے اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے سمرقند کو فتح کر لیا تھا۔ اصول یہ تھا کہ حملہ کرنے سے پہلے تین دن کی مہلت دی جائے۔ جب یہ بے اصولی ہوئی، تو اس وقت زمام خلافت حضرت عمر بن عبد العزیز کے ہاتھ میں تھی ۔ سمرقند کے پادری نے مسلمانوں کی اس غاصبانہ فتح پر قتیبہ کے خلاف شکایت دمشق میں بیٹھے خلیفہ وقت کو ایک قاصد کے ذریعہ خط لکھ کر بھجوائی۔ قاصد نے دمشق پہنچ کر ایک عالی شان عمارت دیکھی جس میں لوگ رکوع و سجود کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس نے لوگوں سے پوچھا ۔

"کیا یہ بادشاہ کی رہائش ہے ؟"

لوگوں نے حیرت سے اسے دیکھا اور پھر کہا۔

"یہ تو مسجد ہے اور تو نماز نہیں پڑھتا کیا ؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ میں تو اھلِ سمرقند کے دین کا پیروکار ہوں۔ "

یہ سن کر لوگوں اسے خلیفہ کے گھر کا راستہ دکھا دیا۔

قاصد لوگوں کے بتائے ہوئے راستہ پر چلتے خلیفہ کے گھر جا پہنچا، تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص دیوار سے لگی سیڑھی پر چڑھ کر چھت کی لپائی کر رہا ہے اور نیچے کھڑی ایک عورت گارا اُٹھا کر اُسے دے رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ جس راستے سے آیا تھا، واپس اسی راستے سے ان لوگوں کے پاس جا پہنچا جنھوں نے اسے راستہ بتایا تھا۔

اس نے لوگوں سے کہا۔

"میں نے تم سے حاکم کے گھر کا پتا پوچھا تھا نہ کہ س مفلوک الحال شخص کا، جس کے گھر کی چھت بھی ٹوٹی ہوئی ہے۔ "

لوگوں نے کہا۔

"ہم نے تجھے پتا ٹھیک ہی بتایا تھا، وہی حاکم کا گھر ہے۔ "

قاصد نے بے دلی سے دوبارہ اسی گھر پر جا کر دستک دی۔ جو شخص کچھ دیر پہلے تک لپائی کر رہا تھا، وہی اندر سے نمودار ہوا۔

" میں سمرقند کے پادری کی طرف سے بھیجا گیا قاصد ہوں۔" اس نے اپنا تعارف کرایا اور خط حاکم کو دے دیا۔

اس شخص نے خط پڑھ کر اُسی خط کی پشت پر ہی لکھا ۔

"عمر بن عبد العزیز کی طرف سے سمرقند میں تعینات اپنے عامل کے نام !

اس قاضی کا فوری طور پر تقرر کرو، جو پادری کی شکایت سنے۔ "

★

پھر مہر لگا کر خط واپس قاصد کو دے دیا۔
قاصد وہاں سے چل تو دیا، مگر وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا ۔
" کیا یہ وہ خط ہے، جو مسلمانوں کے اس عظیم لشکر کو ہمارے شہر سے نکالے گا ؟ "
سمر قند لوٹ کر قاصد نے خط پادری کو تھمایا، جسے پڑھ کر پادری کو بھی اپنی دنیا اندھیر ہوتی دکھائی دی۔ خط تو اسی کے نام لکھا ہوا تھا، جس سے انھیں شکایت تھی۔ انھیں یقین تھا کاغذ کا یہ ٹکڑا انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا، مگر پھر بھی خط لے کر مجبوراً اس حاکمِ سمر قند کے پاس پہنچے، جس کے فریب کا وہ پہلے ہی شکار ہو چکے تھے۔
حاکم نے خط پڑھتے ہی فوراً ایک قاضی کا تقرر کر دیا، جس کا نام جمیع تھا۔ وہ سمر قندیوں کی شکایت سننے کے لیے تیار ہو گیا۔
موقع پر ہی عدالت لگ گئی۔
ایک چوب دار نے قتیبہ کا نام کسی لقب و منصب کے بغیر پکارا۔ قتیبہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر قاضی کے روبرو اور پادری کے ساتھ ہو کر بیٹھ گیا۔
قاضی نے سمر قندی سے پوچھا۔
" کیا دعویٰ ہے تمھارا ؟ "
پادری نے کہا ۔
" قتیبہ نے کسی پیشگی اطلاع کے بغیر پر حملہ کیا، نہ تو اِس نے ہمیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی اور نہ ہی ہمیں کسی سوچ و بچار کا موقع دیا تھا۔ "
قاضی نے قتیبہ کو دیکھ کر پوچھا۔
" کیا کہتے ہو تم اس دعویٰ کے جواب میں ؟ "
قتیبہ نے کہا ۔
" قاضی صاحب! جنگ تو ہوتی ہی فریب اور دھوکا ہے۔ سمر قند ایک عظیم ملک تھا، اس کے قرب و جوار کے کمتر ملکوں نے نہ تو ہماری کسی دعوت کو مان کر اسلام قبول کیا تھا اور نہ ہی جزیہ دینے پر تیار ہوئے تھے، بلکہ ہمارے مقابلے میں جنگ کو ترجیح دی تھی۔ سمر قند کی زمینیں تو اور بھی سر سبز و شاداب اور زور آور تھیں، ہمیں پورا یقین تھا کہ یہ لوگ بھی لڑنے کو ہی ترجیح دیں گے، ہم نے موقع سے فائدہ اُٹھایا اور سمر قند پر قبضہ کر لیا۔ "
قاضی نے قتیبہ کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے دوبارہ پوچھا ۔
"قتیبہ! میری بات کا جواب دو، تم نے ان لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت، جزیہ یا پھر جنگ کی خبر دی تھی ؟ "
قتیبہ نے کہا ۔

"نہیں قاضی صاحب! میں نے جس طرح پہلے ہی عرض کر دیا ہے کہ ہم نے موقع سے فائدہ اُٹھایا تھا۔"

قاضی نے کہا .

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی غلطی کا اقرار کر رہے ہو، اس کے بعد تو عدالت کا کوئی اور کام رہ ہی نہیں جاتا۔

قتیبہ! اللہ تعالیٰ نے اس دین کو فتح اور عظمت تو دی ہی عدل و انصاف کی وجہ سے ہے نہ کہ دھوکا دہی اور موقع پرستی سے۔ میری عدالت یہ فیصلہ سناتی ہے کہ تمام مسلمان فوجی اور ان کے عہدہ داران مع اپنے بیوی بچوں کے، اپنی ہر قسم کی املاک، گھر اور دکانیں چھوڑ کر سمرقند کی حدوں سے باہر نکل جائیں اور سمرقند میں کوئی مسلمان باقی نہ رہنے پائے۔ اگر ادھر دوبارہ آنا بھی ہو، تو کسی پیشگی اطلاع و دعوت کے بغیر تین دن کی اور سوچ وبچار کی مہلت دیے بغیر نہ آیا جائے۔ "

پادری جو کچھ دیکھ اور سن رہا تھا، وہ ناقابل یقین بلکہ ایک مذاق اور تمثیل نظر آرہا تھا۔

چند لمحوں کی یہ عدالت، نہ کوئی گواہ اور نہ ہی دلیلوں کی ضرورت اور تو اور قاضی بھی اپنی عدالت کو برخاست کر کے قتیبہ کے ساتھ ہی اُٹھ کر جا رہا تھا۔

اور چند گھنٹوں کے بعد ہی سمرقندیوں نے اپنے پیچھے گرد و غبار کے بادل چھوڑتے لوگوں کے قافلے دیکھے، جو شہر کو ویران کر کے جا رہے تھے۔

لوگ حیرت سے ایک دوسرے سے سبب پوچھ رہے تھے اور جاننے والے بتا رہے تھے کہ عدالت کے فیصلے کی تعمیل ہو رہی تھی۔

اور اُس دن جب سورج ڈوبا، تو سمرقند کی ویران اور خالی گلیوں میں صرف آوارہ کتے گھوم رہے تھے اور سمرقندیوں کے گھروں سے آہ و پکار اور رونے دھونے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، انھیں ایسے لوگ چھوڑ کر جا رہے تھے جن کے اخلاق، معاشرت، برتاؤ، معاملات اور پیار و محبت نے انھیں اور ان کے رہن سہن کو مہذب بنا دیا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ سمرقندی یہ فراق چند گھنٹے بھی برداشت نہ کر پائے، اپنے پادری کی قیادت میں لا الہ الاّ اللہ محمّد الرّسول اللہ کا اقرار کرتے مسلمانوں کے لشکر کے پیچھے روانہ ہو گئے اور انھیں واپس لے آئے۔

اور یہ سب کیوں نہ ہوتا، کہیں بھی تو ایسا نہیں ہوا تھا کہ فاتح لشکر اپنے ہی قاضی کی کہی دو باتوں پر عمل کرے اور شہر کو خالی کر دے۔

دینِ رحمت نے وہاں ایسے نقوش چھوڑے کہ سمرقند ایک عرصہ تک مسلمانوں کا دارالخلافہ بنا رہا۔

★

نظم

عزیز تر وہ مجھے رکھتا تھا رگ جاں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا ماں سے
وہ ماں کے کہنے پہ کچھ رعب مجھ پہ رکھتا تھا
یہی وجہ تھی مجھے چومتے جھجکتا تھا
وہ آشنا میرے ہر کرب سے رہا ہر دم
جو کھل کے جی نہیں پایا مگر سسکتا تھا
جڑی تھی اسکی ہر اک ہاں، فقط میری ہاں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا ماں سے

ہر اک درد وہ چپ چاپ خود پہ سہتا تھا
تمام عمر وہ اپنوں سے کٹ کے رہتا تھا
وہ لوٹتا تھا کہیں رات دیر کو، دن بھر
وجود اس کا پسینے میں ڈھل کے بہتا تھا
گلے تھے پھر بھی مجھے ایسے چاک داماں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا ماں سے

پرانا سوٹ وہ پہنتا تھا، کم وہ کھاتا تھا
مگر کھلونے میرے سب خرید لاتا تھا
وہ مجھ کو سوئے ہوئے دیکھتا تھا جی بھر کے
نہ جانے سوچ کے کیا کیا وہ مسکراتا تھا
میرے بغیر تھے سب خواب اس کے ویراں سے
یہ بات سچ ہے میرا باپ کم نہ تھا ماں سے

دلچسپ اور عجیب

۲۰۲۱ کا 8 واں مہینہ چل رہا ہے اور کورونا وائرس کی وبا کے پھیلاؤ میں فی الحال تو کوئی کمی نہیں آسکی۔

یعنی آنے والے مہینوں میں فیس ماسک کا استعمال جاری رہے گا اور اسی کو دیکھتے ہوئے کمپنیوں کی جانب سے ان ماسکس کو منفرد بنانے پر کام کیا جارہا ہے۔

ایسا ہی ایک کانسیپٹ فیس ماسک کمپیوٹر تیار کرنے کے لیے معروف کمپنی ریزر نے لاس ویگاس میں سی ای ایس ٹیکنالوجی نمائش کے دوران متعارف کرایا تھا۔

اس وقت فیس ماسک کو پراجیکٹ ہیزل کا نام دیا گیا تھا اور اب اسے کمرشل پراڈکٹ کی شکل دینے میں مزید پیشرفت ہوئی ہے۔

کمپنی کی جانب سے اب اس فیس ماسک کو ریزر زیفر کا نام دیا گیا ہے اور لوگ اسے ٹیسٹ کرنے کے لیے سائن اپ ہوسکتے ہیں۔

کمپنی کے مطابق یہ فیس ماسک جراثیموں کو فلٹر کرنے کے لیے 99 فیصد تک مؤثر ہے اور یہ رواں سال کے آخر تک دستیاب ہوگا۔

اس فیس ماسک کے مزید فیچرز تو کمپنی کی جانب سے نہیں بتائے گئے مگر جنوری میں اس نے بتایا تھا کہ ماسک میں ایک ایکٹیو وینٹی لیشن جز دیا گیا ہے جو تازہ ہوا میں سانس لینے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

یہ فیس ماسک اپنی شکل بدل کر شفاف بھی ہوجاتا ہے تاکہ دیگر افراد آپ کا منہ بھی دیکھ سکیں۔

اس ماسک میں بلٹ ان مائیک اور ایمپلی فائر موجود ہے تاکہ بات کرنے کے دوران آواز کا معیار متاثر نہ ہوسکے۔

اس فیس ماسک میں آر جی بی ریڈ لائٹس بھی دی گئی ہیں، جو ماسک کو چارج کرتے ہوئے جگمگانے لگتی ہیں یا اس وقت مدھم ہوجاتی ہیں جب ماسک سے منہ کو ڈھانپا نہ جائے۔

اس ماسک کے ساتھ ایک خاص کیس بھی چارجنگ کے لیے دیا جائے گا اور اسی میں الٹراوائلٹ ٹیکنالوجی سے اس کی صفائی بھی ہوگی۔

کمپنی کا کہنا تھا کہ ماسک میں لگے وینٹی لیٹر پورے دن تک کام کرسکتے ہیں اور کئی ہفتوں تک لگاتار استعمال کرکے نئے فلٹر کو آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔

کہاں سے لاؤں ایسی تربیت

ٹیچر نے کلاس کے بچوں سے پوچھا: "ہر بچہ یہ بتائے کہ بڑا ہو کر وہ کیا بننا چاہتا ہے ؟"

کسی نے کہا پائلٹ، کسی نے کہا ڈاکٹر اور کسی نے کہا انجینئر ۔۔۔۔۔۔۔۔

اُن سب کے جوابات کچھ اِسی طرح کے تھے۔ اُن میں صرف ایک بچہ نے کچھ عجیب بات کہی، اس کی بات سن کر سب بچے ہنس پڑے ۔

کیا آپ کو معلوم ہے...؟

اس نے کہا: "میں صحابی بننا چاہتا ہوں۔ استاد کو اور باقی طلباء کو اس کی بات پر بڑا تعجب ہوا۔"

استاد نے کہا: صحابی بننا کیوں چاہتے ہو ؟

طالب علم نے جواب دیا: " اَمی روزانہ سونے سے پہلے کسی نہ کسی صحابی کا قصہ ضرور سناتی ہیں، وہ کہتی ہیں صحابی اللہ تعالی سے محبت کرتا ہے، اِسی لئے میں اُنہی جیسا بننا چاہتا ہوں ۔"

استاد خاموش ہو گیا ۔ ۔ ۔

اِس جواب پر وہ اپنے آنسو روکنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ اس بچے کی تربیت کے پیچھے ایک عظیم ماں ہے، اسی وجہ سے اِس کا نشانہ اتنا بلند ہو گیا ہے ۔

* ایک ڈرائینگ ٹیچر کہتی ہیں: "ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں نے پرائمری گریڈ کی ایک کلاس کے بچوں سے کہا کہ وہ موسم بہار کے منظر کی تصویر بنائیں ۔

ایک چھوٹی سی بچی اپنی ڈرائینگ لے کر آئی، اس نے قرآن مجید کا اسکیچ بنایا ہوا تھا۔۔۔ اس کی اس تصویر پر مجھے بڑا تعجب ہوا۔

میں نے کہا: موسم بہار کی تصویر بناؤ، قرآن مجید کی نہیں ۔

سمجھیں ؟؟؟؟؟؟؟؟

اس بچی کا معصوم سا جواب میرے منہ پر ایک طمانچہ کی طرح پڑا۔۔۔۔۔۔

★

اس نے کہا: قرآن مجید میرے دل کی ربیع (بہار) ہے میری اُمی نے تو مجھے یہی بتایا تھا۔ ۔ ۔

* کیسی عمدہ تعلیم تھی وہ!!!!!

اللہ کی بے نیام، ننگی تلوار "سیف اللہ" خالد بن ولید جب قرآن مجید ہاتھ میں لیتے تو روتے ہوئے کہتے تھے

جہاد نے ہمیں تجھ سے غافل کر دیا ہے، اے قرآن !!!!!

کیا ہی خوب عذر تھا

قائد اعظم کے چودہ نکات جو آپ کے چودہ طبق روشن کر دے

ڈپی چینج کرنی ہے۔

جھنڈا لگانا ہے۔

بیج لگانا ہے۔

گرین ڈریس پہننا ہے۔

باجا لینا ہے۔

پڑوسیوں کے گھر جا کے بجانا ہے۔

اور اونچی آواز میں بجانا ہے۔

اور اونچی آواز میں بجانا ہے تاکہ سویا بندہ اٹھ جائے۔

بس باجا بجائے جانا ہے۔

سانس نہیں لینا بجاتے ہوئے۔

اتنا بجانا ہے تاکہ سب کو پتہ چلے کہ باجا لیا ہے۔

سارا زور لگا کر باجا بجانا ہے۔

سارا دن کچھ نہیں کھانا بس باجا بجانا ہے

★

آج کی تازہ خبر۔۔۔

بریکنگ نیوز: مرغی نے انڈہ دیا ہے-

ناظرین ابھی ابھی خبر موصول ہوئی ہے کہ گجرات کے نواحی گاؤں میں ایک مرغی نے انڈہ دیا ہے-اطلاع کے مطابق اب سے کچھ دیر پہلے گجرات کے نواحی گاؤں میں ایک مرغی نے انڈہ دیا ہے-

جی ناظرین ایک دفعہ پھر ھم آپکو بتاتے چلیں کہ یہ گجرات ہی کا نواحی علاقہ ھے جہاں پر مرغی نے انڈہ دیا ھے

بونگا نیوز کے نمائندے موقع پر موجود ہیں ان سے پوچھتے ہیں-جی عارف آپ کو کیا نظر آرہا ہے؟ مرغی نے انڈہ دیا ہے؟

جی رنگیلا ماچھی... ہم یہاں موجود ہیں، اب سے کچھ دیر پہلے مرغی نے انڈہ دیا ہے-

ڈونگا بونگا نیوز نے علاقہ کے ایس ایچ او سے رابطہ کیا ہے اور انہوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مرغی نے انڈہ دیا ہے-

آپ کو بتاتے چلے کے کہ پولیس نے مرغی اور اس کے انڈے کو حفاظت دینے کے لیے علاقے کو چاروں طرف سے سیل کر دیا ہے

جی ناظرین ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مرغی سے رابطہ ہو، عارف یہ بتایئے اس معاملے میں آپ کا مرغی کے اہل خانہ سے کوئی رابطہ ہوا ہے کیا کہتے ہیں وہ مرغی نے انڈہ دیا ہے؟

جی اس وقت ہم مرغی کے چچا کے پاس کھڑے ہیں اور ان کا بھی یہی کہنا ہے مرغی نے انڈہ دیا ہے-۔

عارف یہ بتایئے اس وقت کیا صورت حال ہے؟ مرغی اور انڈہ دونوں کیسے ہیں؟

جی غریدہ اس وقت تمام کاروبار معمول کے مطابق چل رہے ہیں مرغی سے ہمارا رابطہ ممکن نہیں ہو سکا مگر اطلاعات یہی ہیں کہ دونوں ٹھیک ہیں-

ہم اپنے ناظرین کو بتاتے چلیں کہ گجرات کے نواحی گاؤں میں ایک مرغی نے انڈہ دیا ہے-

یہ خبر سب سے پہلے ہم نے آپ تک پہنچائی ہے-

الٹ پلٹ

شر فو بہت شریف، سیدھا سادہ، لیکن بے وقوف نوکر تھا۔ ایک دن بیگم صاحبہ نے اس سے کہا: ”شر فو! میں ذرا باہر جا رہی ہوں۔ میری ایک سہیلی آنے والی ہے، تم اسے ڈرائنگ روم میں یا میرے کمرے میں بیٹھانا اور دیکھو وہ سیدھی سادھی سی خاتون ہیں تم انھیں پریشان مت کرنا۔
کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔“

”ٹھیک ہے بی بی جی! آپ فکر نہ کریں۔“

بیگم صاحبہ کے جانے کے تھوڑی دیر بعد کال بیل بجی۔ شر فو نے دروازہ کھولا تو سامنے اسے ایک سیدھی سادھی سی عورت دکھائی دی۔ شر فو نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔

”السلام علیکم! میں بیگم صاحبہ سے ملنے آئی ہوں۔ دراصل وہ.... “عورت نے جیسی ہی کہنا شروع کیا، شر فو ایک دم سے بولا: ”ارے رے رے، آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیگم صاحبہ نے آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ اندر آیئے، تشریف لایئے، آرام سے بیٹھ جائیں۔

شر فو خاتون کو اصرار کر کے اندر لے گیا۔ دراصل میں ان سے یہ کہنے آئی تھی کہ.... “خاتون مزید کچھ کہنے لگی، شر فو نے اس کو چپ کروا دیا: ”ارے آپ وضاحت نہ دیں مجھے سب کچھ بیگم صاحبہ نے بتا دیا ہے، بس آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔“

شر فو میاں بسکٹ اور نمکو وغیرہ بھی لے آئے اور کہا: ”آپ یہ لیں نا۔“

”ارے رے رے نہیں نہیں، میں، م، م، م مجھے کچھ نہیں کھانا، میں تو بس.... وہ ایک دم گھبرا گئی۔

”نہیں محترمہ! آپ تکلف نہ کریں، ہماری بیگم صاحبہ ناراض ہوں گی۔“

شر فو کے بے حد اصرار پر خاتون چیزوں کو بڑی رغبت سے کھانے لگی۔

اتنے میں دروازے پر پھر گھنٹی بجی۔ شر فو نے جا کر دیکھا۔ ایک خاتون کھڑی تھیں۔

”جی آپ کون؟“ شر فو نے تعجب سے سامنے کھڑی عورت کو دیکھا۔

”میں مسز عاطف سے ملنے“....

شر فو نے عورت کی بات کاٹ دی: ”جی آپ تھوڑا سا انتظار کریں۔

بیگم صاحبہ کہیں گئیں ہوئی ہیں۔ آپ پھر کبھی آجایئے گا، ابھی ڈرائنگ روم میں ان کی سہیلی تشریف رکھتی ہیں۔“

شر فو نے اپنی طرف سے بہت عقل مندی سے بات کی۔

★

"لیکن میں ضروری کام سے آئی ہوں۔" عورت بولی۔

"دیکھیں جی کام کے لئے بہت سی ماسیاں آتی ہیں ہم ہر ایک کو کام نہیں دے سکتے نا۔

" شرفو اپنی موج میں بولا۔

"کیا! میں تمہیں کام والی ماسی نظر آتی ہوں! تمہیں تمیز نہیں، میں جا رہی ہوں، فرزانہ سے تمہاری شکایت کروں گی۔" عورت غصے میں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔

شرفو نے شکر ادا کیا کہ عورت گئی اور پھر اندر خاتون کے پاس آیا، جو کھانے سے اب فارغ ہو چکی تھیں۔

"اگر آپ کو بیگم صاحبہ کے کمرے میں بیٹھنا ہے تو وہاں چلیے۔"

شرفو عورت کو بہت اصرار کر کے بیگم صاحبہ کے کمرے میں چھوڑ کر آیا تو بیگم صاحبہ بھی آ گئیں: "شرفو! میری مہمان آئیں ہیں کیا؟ کہاں ہیں وہ؟"

"جی بیگم صاحبہ! وہ آپ کے کمرے میں ہیں۔

"اچھا ٹھیک ہے، دو چائے بھجوا دو۔"

بیگم صاحبہ کمرے میں گئیں تو وہاں ان کو اپنی سلائی والی عورت ریحانہ بیٹھی ہوئی ملی۔

"ریحانہ تم! یہاں کیا کر رہی ہو؟" بیگم صاحبہ نے حیرت سے پوچھا۔ ان کو شرفو کی بے وقوفی کا اندازہ بھی ہوا۔

"بیگم صاحبہ! میں تو آپ سے سلائی کے پیسے لینے آئی تھی، مگر آپ کے نوکر نے ایک نہ سنی۔" اس نے ساری بات بتادی۔

"اُف شرفو! شرفو! اِدھر آؤ، یہ تم نے انھیں کیوں پکڑ کر یہاں بیٹھایا ہے؟ اور میری مہمان کہاں ہے؟"

بیگم صاحبہ! یہی تو ہیں آپ کی مہمان سیدھی سادھی سی خاتون۔

"شرفو! تم اس حد تک بے وقوف ہو، یہ مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔ یہ تو ریحانہ ہے، کپڑے سلائی والی۔" بیگم رضوانہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔

اُدھر شرفو صاحب بڑبڑاتے ہوئے باہر کو لپکے۔ اسی وقت سیٹھ صاحب اندر داخل ہوئے تو وہ ان سے ٹکرا گئے۔

"اوہ.... صاحب جی! معاف کر دیں۔" شرفو نے کہا۔

"کیا ہوا، اتنے ہڑبڑائے ہوئے کیوں ہو؟" عاطف صاحب بولے۔

ارے صاحب جی! بیگم صاحب کو شاک (صدمہ) لگا ہے۔" شرفو صاحب انجانے میں اعلیٰ قسم کی اردو بول گئے۔

"کیا کہا؟" عاطف صاحب گھبرا کر پلٹے: "فرزانہ! فرزانہ کہاں ہو، کیا ہوا؟"

"ارے نہیں صاحب جی! وہ سیدھی سادھی عورت نے شاک دے دیا۔

★

“شرفو مزید ہڑبڑایا۔

”کیا کہہ رہے ہو تم۔“ سیٹھ صاحب بولے۔

ادھر شرفو کے پیچھے بیگم صاحبہ نمودار ہوئیں۔ اس سے پہلے کہ وہ شرفو کو باتیں سناتیں شرفو تو یہ جا وہ جا۔

بیگم صاحبہ سر پکڑ کر بیٹھ گئیں اور سیٹھ صاحب بھی کچھ کچھ سمجھ گئے اور وہ بھی وہیں کھڑے کھڑے مسکرانے لگے۔

ایک نسخہ

"ارے.....ارے......یہ کیا......یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں!" دانش نے جو کچھ دیکھا تھا، اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ اس کے دوست عبد اللہ، ثاقب اور حسنات بھی قریب کھڑے تھے۔

ان کے سامنے ایک کتاب کھلی رکھی تھی، جس کی جسامت دیکھتے ہی دیکھتے بڑی ہونے لگی۔ اب کتاب ان کے قد سے بھی کچھ بلند ہوگئی تھی۔ چاروں حیرت میں گم اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ دانش کا خوف کے مارے بُرا حال تھا۔ وہ بھاگنے کے لیے تیار کھڑا تھا کہ عبد اللہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرا ہاتھ چھوڑو، میں گھر جانا چاہتا ہوں۔"

"ڈرپوک، بزدل کہیں کے۔" عبد اللہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ کتاب کا ایک ورق ہوا سے پلٹا۔"

چاروں نے دیکھا۔ کتاب میں ایک بڑا سا دروازہ نمودار ہوا۔

تینوں اس پُراسرار دروازے کو دیکھ رہے تھے کہ کتاب نہایت محبت سے بولی: "مجھ سے ڈر کیوں رہے ہو، آجاؤ، میرا دروازہ کھلا ہے، گھبراؤ مت، آجاؤ۔

پہلے کتاب کی جسامت بڑی ہونے، پھر دروازہ نظر آنے اور اب کتاب کے بولنے سے چاروں گھبرا گئے تھے۔ حسنات نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے تو ثاقب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب دونوں دروازے سے گزر کر دانش اور عبد اللہ کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے۔

دانش اور عبد اللہ ابھی اسی کش مکش میں تھے کہ دروازے کی طرف بڑھیں یا نہ بڑھیں۔ حسنات نے دروازے کے قریب آکر ان سے کہا: "انتظار کیا کررہے ہو، جلدی سے اندر آجاؤ، واہ کیا خوب صورت باغ ہے، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے، یہاں ہر طرح کا پھل ہے، مزے مزے کے آم، بہترین کھجوریں، انگوروں کی تو کیا بات ہے، جگہ جگہ انگوروں کی بیلیں ہیں، بس اب آجاؤ، جلدی کرو۔

حسنات کی باتوں سے عبد اللہ کا خوف تو جاتا رہا، مگر دانش ابھی تک خوف زدہ تھا۔ عبد اللہ نے مضبوطی سے دانش کا ہاتھ پکڑا اور اسے دروازے تک لے آیا۔

"پہلے تم اندر جاؤ، میں تمھارے پیچھے آؤں گا۔" دانش نے دروازے کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔

عبد اللہ نے دروازے سے گزر کر باغ میں قدم رکھا تو اس نے بلند آواز میں دانش کو پکارا: "آجاؤ دانش! بہت خوب صورت باغ ہے۔"

دانش نے ڈرتے ڈرتے دروازہ عبور کیا تو باغ کا منظر اس کے سامنے تھا۔ اس کے تینوں دوست ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے

دانش نے بائیں طرف دیکھا۔ پکے ہوئے آم درختوں پر دکھائی دے رہے تھے۔ آموں کو دیکھ کر اس کے منھ میں پانی بھر آیا تھا ۔وہ تیزی سے آموں کے پیڑوں کی طرف بڑھا۔ وہیں کچھ نوجوان گھاس پر بیٹھے آم کھانے میں مصروف تھے۔ وہ سبھی بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔

دانش کے ساتھ اس کے دوست بھی کھڑے تھے۔ تینوں نے آم کے درخت پر چڑھنے کی بہت کوشش کی، مگر وہ اس کوشش میں ہر بار ناکام رہے۔ وہاں موجود نوجوانوں نے ان سے کہا: "پہلی بار جب ہم ہاں آئے تو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا، تب ناکام ہی یہاں سے واپس گئے تھے۔

ان میں سے اس ایک لڑکے اسد نے ایک کاغذ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "یہاں وقت ضائع مت کرو، اس کاغذ پر ان درختوں کے پھل کھانے کا نسخہ لکھا ہے، یہ نسخہ لے جاؤ اور اس پر سختی سے عمل کرو، جب دوبارہ آؤ گے تو تمھیں ہر پھل کھانے کو ملے گا۔

"میں آپ کی بات کو غلط نہیں کہتا، پھر بھی ہمیں ایک اور کوشش تو کرنے دیں۔" حسنات ہار ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔

"چلو ٹھیک ہے، دوبارہ کوشش کر لو۔" اسد نے انگور کھاتے ہوئے کہا۔

حسنات گھاس پر گھوڑا بنا، عبداللہ اس کے اوپر کھڑا ہوا۔

دانش چھلانگ لگا کر اس کے کندھوں پر سوار ہو گیا۔ اب درخت کا تنا قریب ہی تھا۔ ثاقب سب کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ دانش نے آم کے درخت پر پہنچ کر فاتحانہ انداز میں نوجوانوں اور اپنے دوستوں کو دیکھا۔ وہ بہت خوش دکھائی دے رہا تھا۔

دانش نے ایک شاخ سے لٹکتے آم کی طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ شاخ دائیں سے بائیں سمت جھول گئی۔

دانش بائیں طرف جھکا تو شاخ تیزی سے دوبارہ دائیں طرف جھک گئی۔ اس نے شاخ کو ایک طرف کر کے اوپر والی شاخ پر لگے آم توڑنے کی کوشش کی تو وہ شاخ مزید اوپر اُٹھ گئی۔

دانش جس آم کی طرف بھی ہاتھ بڑھاتا وہ آم دوسری جانب چلا جاتا۔ اسد اور اس کے دوست بھی ماضی میں ایسی صورت حال سے دوچار ہو چکے تھے۔

"میاں! وقت ضائع مت کرو، پیڑ سے نیچے اُترو اور جو نسخہ دیا ہے، اس پر عمل کرو، پھر آؤ اور جو پھل بھی چاہو جی بھر کر کھاؤ۔

اسد چوں کہ ان تجربات سے گزر چکا تھا، اس لیے بار بار دانش اور اس کے دوستوں کو سمجھا رہا تھا۔ دانش مایوس ہو کر نیچے آ گیا۔ اب چاروں کے پاس دروازے سے باہر نکلنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ اسد کا دیا نسخہ دانش کی جیب میں تھا۔

پھل کھانے کی جستجو میں وہ اس نسخے کو پڑھ بھی نہ پائے تھے۔ دروازے سے باہر آ کر کتاب ایک جھٹکے سے دوبارہ اپنی پہلے والی جسامت میں آ گئی اور دروازہ بھی غائب ہو گیا۔

"دیکھو نوجوان کے دیے ہوئے نسخے پر کیا لکھا ہے؟" حسنات نسخے پر لکھی عبارت پڑھنے کے لیے بے چین تھا۔

★

دانش نے کاغذ جیب سے نکالا تو اس پر لکھا تھا: ”کتاب سے محبت کرو، کامیابی کا ہر راستہ کھلتا چلا جائے گا۔“

یہ جملہ پڑھ کر چاروں نے نظریں ملائیں اور پھر جھکا دیں۔ چاروں کتاب سے دور نہیں، بلکہ بہت دور تھے۔ اسکول میں ہر وقت باتیں کرنا، دوسروں کو تنگ کرنا اور شرارتیں کرنا ہی انھیں آتا تھا۔

امتحان میں چاروں کی کارکردگی قابل ذکر نہ ہوتی۔ گھر والوں کی ڈانٹ ڈپٹ اور اساتذہ کی سختی چند دن ہی ان پر اثر کرتی، وہ دوبارہ پہلے والی ڈگر پر آجاتے۔

کتاب کے دروازے سے گزر کر انھوں نے ایک الگ ہی دنیا دیکھی تھی۔ خوب صورت باغ والی دنیا، مزے دار پھلوں اور ٹھنڈی، صاف ستھری ہوا کی دنیا، کتنا سکون تھا اس میں۔

چاروں کے سامنے نوجوان کا دیا ہوا نسخہ تھا۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے کتاب ایک جھٹکے سے بڑی ہوتی گئی۔

اب کتاب ان کے قد سے بھی بڑی ہوگئی۔ پھر اس میں بھی ایک دروازہ دکھائی دینے لگا۔ اس کتاب نے بھی انھیں دروازے سے اندر آنے کی دعوت دی۔

چاروں کا خوف جاتا رہا تھا، اس لیے وہ فوراً ہی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی گرد و غبار دھوئیں اور دھول مٹی نے ان کا استقبال کیا۔ حدِ نگاہ تک گرم ہوا چل رہی تھی۔ نوجوان اور بچے سر جھکائے مایوس انداز میں بیٹھے تھے۔ چاروں حیرت میں گم انھیں دیکھ رہے تھے۔

ایک نوجوان ان کی طرف بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں ویسا ہی کاغذ تھا، جو اسد نے انھیں دیا تھا۔ وہ نوجوان کاغذ کو لہراتے ہوئے بولا: ”بھاگ جاؤ، یہاں سے، یہاں مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ یہ جگہ ان لوگوں کے لیے ہے، جو پڑھائی سے بھاگتے اور کتاب سے دور رہتے ہیں۔

نوجوان کی حالت بہت خراب تھی۔ وہ ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو بار بار دیکھ رہا تھا۔ عبداللہ نے اس سے پوچھا: ”اس کاغذ پر کیا لکھا ہے؟“

”خود دیکھ لو کہ اس پر کیا لکھا ہے، پڑھ لو، غور سے دیکھ لو، کتاب سے محبت کرو، کامیابی کا ہر راستہ کھلتا چلا جائے گا، افسوس میں اس بات پر عمل نہ کر سکا۔

پڑھائی سے دور بھاگتا رہا۔ کتاب کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا۔ اب یہی جگہ میرا مقدر ہے، ہر طرف مشکلات ہی مشکلات ہیں۔“ یہ کہہ کر نوجوان رو دیا۔

اُڑتی دھول اور گرمی نے تھوڑی ہی دیر میں ان کا حال بُرا کر دیا تھا۔ چاروں تیزی سے باہر نکلنے کے لیے دروازے کی طرف بڑھے۔

★

جیسے ہی وہ باہر آئے کتاب ایک جھٹکے سے بند ہو کر اپنی اصل صورت میں آ گئی۔ دونوں مناظر وہ دیکھ چکے تھے۔ کتابیں ان کے ارد گرد بکھری ہوئی تھیں۔ وہ کتابیں جنھیں انھوں نے کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ دانش نے ایک کتاب کو اُٹھا کر اسے چوما۔

اسے محسوس ہوا کہ کتاب اس کے اس عمل سے خوش ہو گئی ہے۔ دانش کے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ اس کے دوست بھی کتابوں کو ہاتھوں میں لے کر اپنی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ پھر کتابوں سے محبت کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ انھیں کتابیں پڑھنے میں لطف آنے لگا۔

اب تو ان کا ہر پرچہ ہی شان دار ہونے لگا۔ وہ اسکول سے کالج اور پھر یونی ورسٹی جا پہنچے۔ تعلیم مکمل کر کے انھوں نے عملی میدان میں قدم رکھا، تب بھی کتاب سے ان کی دوستی بر قرار رہی۔

ایک دن چاروں دوست ایک لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے، ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ایک کتاب کی جسامت بڑھ گئی۔

پھر ایک دروازہ نظر آنے لگا۔ کتاب کی دعوت پر چاروں دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ اندر وہی شان دار، خوب صورت باغ تھا۔ پھلوں سے لدے ہوئے درخت تھے۔ وہ درخت کی طرف بڑھے ہی تھے کہ شاخ خود بہ خود جھک گئی۔ چاروں نے مزے دار آم توڑے اور گھاس پر بیٹھ کر مزے لے لے کر کھائے۔

اب ہر پھل وہ آسانی سے کھا سکتے تھے۔ وہ ابھی آم کھا ہی رہے تھے کہ چند لڑکے باغ میں داخل ہوئے۔ وہ اُچھل اُچھل کر درختوں سے پھل توڑ کر کھانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ دانش نے ان لڑکوں کو ایک کاغذ دیتے ہوئے کہا: ”ان پھلوں تک پہنچنے کا نسخہ اس کاغذ پر لکھا ہے، اس پر عمل کرو اور ان مزے دار پھلوں کو حاصل کرو۔“

یہ نسخہ اب آپ کے ہاتھوں میں بھی آ گیا ہے۔ اس پر عمل کر کے آپ بھی زندگی کے باغ کا ہر مزے دار پھل آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔

فاروق قیصر عرف انکل سرگم

اپنے فن 'پُتلی تماشا' یا 'کٹھ پتلی' میں عوامی مقبولیت پانے والے فاروق قیصر، جنہوں نے اپنے ہی تخلیق کردہ کردار 'انکل سرگم' سے شہرت حاصل کی، وہ ہم سے ایسے موسم میں جدا ہوئے ہیں، جسے 'جدائی کا موسم' کہا جاسکتا ہے۔

فاروق قیصر کے پتلی تماشوں کے کردار اور مکالمے، یادوں کی صورت مہکتے ہوئے، اب تک ہماری یادداشت میں موجود تھے، لیکن ان کے بچھڑنے کے ساتھ ہی کہیں ہمارا بچپن بھی ہم سے جدا ہو گیا ہے۔

دنیا کے قدیم ترین فنون میں سے ایک فن 'پتلی تماشا' ہے، جس کو تھیٹر کی ہی ایک قسم بھی تصور کیا جاتا ہے۔ اس فن کی تاریخ 3 ہزار سال قبل مسیح تک پھیلی ہے۔ یونان میں تخلیق پانے والے اس فن نے دنیا بھر میں اپنے چاہنے والے اور فنکار پیدا کیے۔ پاکستان میں اس فن کو تھیٹر کے منچ پر رفیع پیر نے متعارف کروایا تھا جبکہ ٹیلی وژن پر فاروق قیصر نے پیش کیا۔

فاروق قیصر نے اپنے ہی تخلیق کردہ کردار 'انکل سرگم' سے شہرت حاصل کی ان کا شمار پاکستان کے معروف مزاح نگاروں میں ہوتا تھا، جنہوں نے کپڑے کے بنے ہوئے پُتلوں کے ذریعے مزاح پیش کیا اور پھر کارٹون کے ذریعے بھی اس فن کی آبیاری کی۔ آج کی دنیا میں اینی میشن کے آرٹ کی بنیادی یہی فن ہے اور پاکستان میں فاروق قیصر اس فن کے ماسٹر تھے۔ وہ پُتلی تماشے کے اس فن میں تاک ہونے کے ساتھ ساتھ بہت عمدہ پروڈیوسر، ہدایت کار، اداکار، صداکار، کالم نگار، کہانی نویس، خاکہ نگار، شاعر اور مدرس بھی تھے۔

فاروق قیصر کی ولادت 31 اکتوبر 1945ء کو سیالکوٹ میں ہوئی جبکہ انتقال 14 مئی 2021ء کو اسلام آباد میں ہوا۔ ان کے والد سرکاری ملازم تھے جس کی وجہ سے وہ پاکستان کے کئی شہروں میں مقیم رہے۔ ان کے بچپن کے ابتدائی برس کوہاٹ اور پشاور میں بسر ہوئے۔ میٹرک پشاور اور ایف اے کوئٹہ سے کیا، پھر لاہور منتقل ہوگئے۔ بچپن سے ہی ان کو بامعنی لکیریں تخلیق کرنے سے قدرتی شغف تھا، یعنی ڈرائنگ سے دلچسپی تھی۔

انہوں نے 1970ء میں پاکستان کے سب سے مستند فائن آرٹس کے ادارے 'نیشنل کالج آف آرٹس' لاہور سے گریجویشن کیا اور وہاں ان کو پاکستان کے معروف مصور 'شاکر علی' کی صحبت حاصل ہوئی جو ان کے پرنسپل تھے۔ فاروق قیصر نے شاکر صاحب کی رہنمائی میں جملے کو فقرے میں تبدیل کرنا سیکھا۔ طنز و مزاح کے باریک کام کو بھی سمجھا، بین السطور بات کہنے کے ہنر سے بھی بہرہ مند ہوئے۔ اسی صلاحیت کی وجہ سے آگے چل کر ان کی اسکرپٹ نویسی کی بنیاد پڑی اور انکل سرگم جیسا کردار تخلیق ہوا کہ جس نے ان کو پاکستان میں پتلی تماشے کی تاریخ میں بھی محفوظ کر دیا۔ ★

بچپن سے ہی ان کو با معنی لکیریں تخلیق کرنے سے قدرتی شغف تھا، یعنی ڈرائنگ سے دلچسپی تھی۔ یہ وہی دور ہے جب فاروق قیصر ایک طرف تو فائن آرٹ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور دوسری طرف ان کو اپنے عہد کے بڑے لوگوں کی رفاقت حاصل تھی۔ فیض احمد فیض کی بیٹی اور پاکستان کی معروف مصورہ 'سلیمہ ہاشمی' ان کی استاد بھی تھیں۔ ان کے تعاون سے انہیں 1971ء میں پاکستان ٹیلی وژن سے اپنے کیریئر کی ابتدا کرنے کا موقع ملا۔ فاروق قیصر نے اس سے پہلے دستاویزی فلم ساز کے طور پر کام شروع کیا تھا لیکن ان کی توجہ بہت جلد پتلی تماشے کے فن پر مرکوز ہو گئی جس کے لیے انہوں نے زندگی وقف کر دی۔ انہوں نے پی ٹی وی پر بچوں کے لیے نشر ہونے والے ایک پروگرام 'اکڑ بکڑ' کے لیے کچھ پتلی کردار تخلیق کیے اور ان پر اپنی آواز بھی جمائی۔ اس پروگرام کی پروڈیوسر منزہ ہاشمی تھیں جبکہ اس پروگرام کے تخلیق کار شعیب ہاشمی تھے۔ سونے پر سہاگہ فیض احمد فیض کی صحبتوں کے توسط سے فیض صاحب کے استاد، اردو، پنجابی اور فارسی زبان پر قدرت رکھنے والے شاعر 'صوفی غلام مصطفی تبسم' سے ان کی عقیدت مندی ہو گئی تھی، جس سے ان کو خاص طور پر بچوں کے ادب کا فہم وادراک حاصل ہوا۔ انہوں نے صوفی غلام مصطفی تبسم کی کتاب 'ٹوٹ بٹوٹ' کے لیے آرٹ ورک بھی کیا، جس کو صوفی صاحب نے بے حد سراہا تھا۔

پاکستان میں پتلی تماشے کے فن کو تھیٹر کے منچ پر رفیع پیر نے متعارف کروایا تھا جبکہ ٹیلی وژن پر فاروق قیصر نے پیش کیا ان کی جامعہ کے ایک استاد 'موہن لال' تھے، جن سے فاروق قیصر بہت متاثر تھے۔ جب فاروق قیصر نے اپنا تعلیمی عرصہ مکمل کر لیا اور

پاکستان واپسی کے لیے تیار تھے تو ان کے مشفق استاد نے ان سے کہا 'واپس جا کر تم بھی مجھے دیگر طالب علموں کی طرح بھول جاؤ گے'، لیکن فاروق قیصر ان کو نہ بھولے۔ انکل سرگم کی صورت والا کردار، ان کے اسی استاد کی مرہون منت ہے، یعنی ان کی شخصیت اور چہرے کے خطوط کو ذہن میں رکھتے ہوئے قیصر فاروق نے یہ پُتلا ڈیزائن کیا۔ اس کے علاوہ فاروق قیصر نے 1999ء میں امریکی جامعہ سے ابلاغ عامہ (ماس کمیونیکیشن) سے ماسٹرز کی سند بھی حاصل کی۔ اس طرح زندگی میں وہ آگے بڑھتے رہے۔

70ء کی دہائی میں شہرت کی دیوی ان کے انتظار میں تھی۔ 1976ء میں پاکستان ٹیلی وژن (پی ٹی وی) سے ایک شو 'کلیاں' شروع کیا گیا تھا۔ یہ ان کا پہلا آزادانہ اور باقاعدہ پتلی تماشے پر مبنی پروگرام تھا، جس کا مجموعی خاکہ، کردار نگاری اور پتلے سازی تک، سب کچھ ان کے ہاتھ سے تیار ہوا تھا۔

اس پروگرام کا مرکزی کردار 'انکل سرگم' تھا جس کا نام درحقیقت پروفیسر سرگم تھا لیکن پی ٹی وی کے متعلقہ حکام کے اعتراض کی وجہ سے اس کو 'انکل سرگم' ہونا پڑا۔ فاروق قیصر صاحب نے اس کا نام سرگم بھی اس لیے رکھا کہ اس کردار سے جڑے ہوئے مزید 7 کردار تھے۔ جس طرح موسیقی میں 7 سُر ہوتے ہیں، اسی طرح موسیقی کے جڑاؤ اور بندش کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ

کردار تخلیق کیے اور ان کے ذریعے سے ایسا مزاح پیش کیا جاتا تھا، جس میں معاشرتی مسائل، سماجی ناہمواری، سیاسی الجھنیں، عوامی حالات، ملکی واقعات اور بچوں کے معاملات کو ہلکا پھلکا بنا کر پیش کیا جاتا تھا۔ پی ٹی وی کے اس معروف پروگرام 'کلیاں' کو ابتدائی طور پر بچوں کے لیے تخلیق کیا گیا تھا پھر اس کی شہرت جب بڑوں تک پہنچی تو اس کو بڑوں کے لیے بھی لکھا جانے لگا، یوں سمجھیے کہ اس پروگرام کے خیال کو 2 حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ یہ بچوں اور بڑوں دونوں کے لیے یکساں دلچسپی کا پروگرام تھا۔ اس پروگرام کے چند مشہور کرداروں میں ماسی مصیبتے، مسٹر ہیگا، رولا، شرمیلی، نونی پا اور گورا صاحب سمیت کئی متاثر کن کردار شامل تھے۔ اس پروگرام میں 70ء اور 80ء کی دہائی کی کئی معروف شخصیات نے بطور مہمان بھی شرکت کی، جن میں نازیہ حسن، زوہیب حسن، جنید جمشید و دیگر شامل ہیں۔ یہ پروگرام 2010ء میں 'سیاسی کلیاں' کے عنوان سے دوبارہ شروع کیا گیا جو ڈان نیوز سے نشر ہوا کرتا تھا۔

فاروق قیصر کے کریڈٹ پر ایک اور بہت شاندار تخلیقی اقدام ہے جس نے پاکستان میں مزاح بالخصوص ٹیلی وژن پر مزاح کو ایک نیا رجحان عطا کیا، اور وہ تھا مزاحیہ صداکاری کا، جس میں وہ انگریزی فلموں پر پنجابی فلموں کے انداز کی پنجابی زبان میں ڈبنگ کرتے تھے۔ 'حشر نشر' کے نام سے پیش کیے جانے والے پروگرام نے پاکستان میں ایک نیا رخ دیا جس سے متاثر ہو کر اس شعبے میں بہت کام ہوا بلکہ آج تک مختلف انگریزی فلموں اور کلپس پر مزاحیہ ڈبنگ کا کام جاری ہے۔ اس کام کے خالق بھی پاکستان میں فاروق قیصر ہی تھے۔ اسلام آباد میں واقع 'پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس' کا 'لوگو' بھی انہوں نے ہی ڈیزائن کیا تھا۔

فاروق قیصر نے زندگی میں بہت سارے کام کیے، وہ پاکستان اور انڈیا میں یونیسیکو کے منصوبوں سے جڑے رہے۔ انہوں نے دیہی علاقوں میں صحت وصفائی، تعلیم اور فنون کی آگاہی کے لیے عملی طور پر خدمات فراہم کیں۔ وہ لوک ورثہ کے سابق بورڈ آف گورنر بھی رہے۔ ان کی پاکستان ٹیلی وژن کے علاوہ نجی میڈیا ہاؤسز سے بھی مختلف حیثیتوں میں وابستگی رہی۔ وہ نیشنل کالج آف آرٹس اور فاطمہ جناح یونیورسٹی برائے خواتین سمیت کئی جامعات سے بھی جز وقتی منسلک رہے۔ کئی اخبارات کے لیے مستقل طور پر کالم نویسی کرنے کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ پر کارٹون بھی تخلیق کیے۔ وہ پتلی تماشے کی آگاہی کے لیے بھی کوشاں رہتے تھے۔

انہوں نے پی ٹی وی کے لیے کلیاں، سرگم سرگم، پتلی تماشا اور سرگم بیک ہوم جیسے پروگرام تشکیل دیے جبکہ این ٹی ایم کے لیے ڈاک ٹائم اور ڈان نیوز کے لیے سیاسی کلیاں پروگرام بھی تخلیق کیا۔ انہوں نے تقریباً 120 کردار تخلیق کیے، جن میں سے کوئی درجن بھر سے زائد ایسے کردار ہیں جن کو بہت شہرت ملی۔ انہوں نے 40 ڈرامے لکھے اور بقول ان کے بے شمار نغمات بھی لکھے جن میں قومی نغمے بھی شامل ہیں۔ ان کی تحریروں پر مبنی 4 کتابیں بھی شائع ہوئیں، جن کے نام ہور پچھو، کالم گلوچ، میٹھے کریلے اور میرے پیارے اللہ میاں شامل ہیں۔ ★

انہوں نے بڑے بڑے حکمرانوں، سیاسی رہنماؤں اور دیگر صاحبانِ وقت کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ ڈنکے کی چوٹ پر کیا اور اپنے بیانیے میں بے باک رہے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں انہوں نے اپنے فن کو پیش کیا، جن میں امریکا، انڈیا، ملائیشیا اور کئی یورپی ممالک شامل ہیں۔ ان کے پروگرام 'کلیاں' کو جرمنی میں ٹیلی وژن کے ہونے والے مقابلے میں ایوارڈ ملا۔ ملائیشیا میں انہیں یونیسیف کی طرف سے 'ماسٹر پپٹ آف دی ریجن' کا خطاب بھی ملا۔ پاکستان کے 2 بڑے سول اعزازات 'ستارہ امتیاز' اور 'تمغہ حسن کارکردگی' سے بھی ان کو نوازا گیا۔

راقم کو 2008ء میں فاروق قیصر کے گھر پر ان سے ایک انٹرویو کرنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے میں نے ان کی شخصیت کو قریب سے دیکھا۔ میرے انٹرویو میں جو گفتگو انہوں نے کی اس میں ایک مطمئن شخص اور دوسرا بے چین شخص منعکس ہو رہا تھا۔ وہ ذاتی زندگی سے تو مطمئن تھے البتہ فنی تشنگی اب بھی باقی تھی۔ ان کی بے چین شخصیت میں جو غصہ پنہاں تھا وہ پاکستان میں سیاسی اشرافیہ کی طرف سے ان سے اس فن کے فروغ کے لیے جو وعدے کیے گئے تھے، ان کو پورا نہ ہونے پر تھا۔ اسی لیے وہ کہتے تھے 'میں بحیثیت فاروق قیصر سخت بات نہیں کہہ سکتا لیکن تلخ سے تلخ بات بھی 'انکل سرگم' کے کردار کے ذریعے کہہ دیتا تھا'۔

مجھے دیے ہوئے انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ 'ہمارے ہاں عدل کی کمی ہے، یہاں عدل سے مراد صرف عدالتوں کا عدل نہیں ہے بلکہ وہ عدل ہے جو گھر سے شروع ہوتا ہے۔ 3 'ب' ایسے ہیں جو عدل کرنا شروع کر دیں گے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوگا، وہ 3 'ب' ہیں 'باپ، باس، بادشاہ'۔ ان تینوں کے انصاف کرنے سے گھر، ملک اور معاشرے میں انصاف کا دور دورہ ہو جائے گا'۔

میرے انٹرویو میں انہوں نے اپنے ایک پچھتاوے پر بھی بات کی، کہتے ہیں کہ 'مجھے ایک پچھتاوا ہے، جس کا ذکر میں پہلی بار آپ سے بات کرتے ہوئے کر رہا ہوں۔ پپٹ کی ایک قسم 'مونولاگ' کہلاتی ہے، اس میں ہاتھ میں پپٹ پہن کر آپ آواز نکالتے ہیں، مجھے یہ فن بھی سیکھنا چاہیے تھا'۔

فیس بک پر ان کے آفیشل پیج پر ان کی شاعری، کارٹونز و دیگر چیزیں موجود ہیں۔ 12 مئی 2021ء کو انہوں نے کورونا اور عید کے تناظر میں ایک دعائیہ پیغام بھی اپ لوڈ کیا جو ان کی آخری پوسٹ تھی۔

23 مارچ 2021ء کو صدرِ پاکستان عارف علوی سے 'ستارہ امتیاز' وصول کیا، جس کے لیے وہ وہیل چیئر پر آئے تھے، یہ ان کی آخری عوامی سرگرمی تھی۔ فاروق قیصر کی زندگی اور ان کے فن کے بارے میں ہم جتنی بات کریں، کم ہے۔ 50 برسوں پر پھیلے ان کے فنی منظرنامے پر جگہ جگہ ہمارا بچپن بکھرا پڑا ہے، ان کے رخصت ہونے سے ایسا محسوس ہو رہا ہے، جیسے وہ ہمارا بچپن بھی ساتھ لے گئے۔

★

دھیمے لہجے میں دلکش گفتگو کرنے والے کے ہاں کسی کے لیے شکوہ و شکایت نہیں تھی لیکن بطور انسان، دل کے نہاں خانوں میں سماجی ناانصافی، معاشرتی دکھوں کو رگِ جاں سے قریب محسوس کرتے تھے۔ کہیں ان کے اندر ذاتی دکھ بھی موجود تھے، جس کو خاص طور پر ان کی شاعری میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کی لکھی ہوئی ایک غزل، ان کے باطنی احوال کو پیش کر رہی ہے اور ہماری اداسیوں کو بھی۔ ایک ایک کر کے ہمارے بچپن کے تمام چراغ گُل ہو رہے ہیں۔

بچوں سے کھیلتے ہو
بوڑھے جو ہو چکے ہو
نظریں چُرا رہے ہو
کیا تم بھی رو چکے ہو
باہر کیا ڈھونڈ رہے ہو
جو گھر میں کھو چکے ہو
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں
لگتا ہے سو چکے ہو

منخنثہ کی جشنِ آزادی

باجی!"وہ زور سے آواز دیتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

"کیا ہوا گڑیا؟ کیوں گلہ پھاڑ رہی ہو۔"باجی گڑیا کو جواب دیتے ہوئے کہنے لگی۔

"باجی!وہ مریم کہہ رہی تھی کہ اس کے بابا اس کے لیے بڑا والا جھنڈا لائے ہیں۔کل یوم آزادی ہے ناں۔باجی!مجھے بھی جھنڈا چاہئے۔آپ لا کر دیں گی ناں؟"

"جھنڈا؟"اس نے بس اتنا ہی کہا اور گڑیا کی جانب دیکھنے لگی,جو ناصرف چہرے سے معصوم تھی بلکہ لہجہ بھی معصومانہ تھا۔وہ چاہ کر بھی اسے انکار نہیں کر سکی تھی۔

****

"بھائی!گڑیا کو ایک بڑے والا جھنڈا دے دیں۔"وہ گڑیا کو ساتھ لیے ایک سٹال پر جھنڈا خریدنے آئی تھی۔دکان دار نے پہلے تو اسے حیرت سے دیکھا,پھر طنزیہ,چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ وہ طنزیہ نظریں ہوس بھری نظروں میں بدل چکی تھی۔

"جھنڈا کیا,تم پوری دکان ہی لے لو"خباثت سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی"اس نے حیرت اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات سے کہا تھا۔ایک مخنث کی کون عزت کرتا ہے۔ایسا اس کا ماننا تھا۔ثبوت آج وہ دیکھ بھی چکی تھی۔

"اب اتنی پاک دامن بننے کی ضرورت نہیں ہے,کیا لے گی ایک رات کا۔"اس نے شاید اس کی پوری بات نہیں سُنی تھی۔مگر اپنے آس پاس لوگوں کا ایک ہجوم ضرور دیکھ سکتی,جو کہ تماشائی بنے تماشہ دیکھنے میں مگن تھے۔

یہ سٹال روڈ کے کنارے پر تھا جہاں سے اکثر گاڑیوں کا گزر ہوتا تھا۔

****

وہ گاڑی میں وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک سٹال کے سامنے لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر رک گیا اور لوگوں کی جانب دیکھنے لگا جن میں سے کچھ قہقہہ لگا رہے تھے،کچھ عزت دار،شریف افراد آوازیں کسنے میں مصروف تھے تو کچھ بدمعاش،آوارہ سر جھٹک کر وہاں سے گزر رہے تھے,کچھ گونگے بھی موجود تھے جو کہ صرف دیکھ سکتے تھے,اور وہ دیکھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔

"میں بھی کہوں یہ عوام اتنی محب وطن کب سے ہو گئی؟دیکھو تو سہی کتنا رش لگا ہوا ہے"وہ ان پر طنز کرتے ہوئے دکان دار کے پاس پہنچا تھا۔کچھ لمحے لگے تھے اسے معاملہ سمجھنے میں۔حیرت کی بات تھی لوگوں کے چہرے پر شرمندگی آثار تو تھے،مگر بولنے کی زحمت کسی نے نہ کی تھی۔

★"بیٹا کیا لینے آئے تھے آپ؟"وہ اس بچی سے مخاطب تھا جو کہ خود ڈری سہمی ایک خدا کی بنائی مخلوق کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔

"ججججج۔۔۔ جھنڈا" ڈرے سہمے انداز میں ہی کہا گیا تھا۔

وہ لوگو پر ایک کاٹ دار نظر ڈالتے ہوئے "جھنڈا دو انھیں" سٹال پر موجود شخص سے کہنے گا تھا۔ لہجے کی سنجیدگی تھی یا شخصیت کا رعب لوگ وہاں سے ہٹنا شروع ہو چکے۔ دکان دار نے بھی اب بغیر کوئی سوال کیے جھنڈا اس بچی کو پکڑا دیا تھا۔

"تمھیں شرم آنی چاہئے"۔

"کیسی شرم؟ یہ کھسرا ہے, اور اس جیسوں کا کام ہی کیا ہے, یہ سب ہی تو کرتے ہیں۔

"کتنی گھٹیا سوچ ہے تمھاری۔ "

"صاحب! میری سوچ کو گھٹیا کہنے سے پہلے ان نیک بختوں کی جانب بھی دیکھ لیں, یہ یہاں آتے ہی کیوں ہیں؟"

"یہ کہیں بھی آسکتے ہیں, تمھارے گھر بھی" اتنا کہنے کے بعد وہ اس بچی کو اپنی گود میں اٹھائے, اور اس خدا کی مخلوق کو اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہاں سے چل دیا تھا۔

****

"صاحب! عورتوں سے دل بھر گیا کیا۔ وہ منخنثہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہتی ہے۔

"کیا مطلب میں کچھ سمجھا نہیں؟" اس نے حیرت سے ان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"بات صاف ہے، صاحب! آپ سب کچھ سمجھ کر بھی، کچھ نہیں سمجھ رہے ہیں۔" اب بھی ذو معانی انداز میں بات کی گئی تھی۔

"میں آپ کی بات واقعی نہیں سمجھ پا رہا ہوں۔ آپ صاف صاف کہیں کیا کہنا چاہتی ہیں۔ "

"فرشتے! صرف آسمانوں پر ہوتے ہیں۔ زمین پر انسان ہوتے ہیں، اور انسان کیسے ہوتے ہیں۔ اُنھیں تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔"

اس کی بات سننے کے بعد، وہ خاموش ہو گیا تھا۔ ایک لفظ بولا تھا۔ کچھ تھا ہی نہیں بولنے۔

"آئیں! میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں" وہ اس کی بات کا بغیر جواب دیئے انھیں اپنے ساتھ چلنے کا کہنے لگا تھا۔

"آپ ہمیں چھوڑ ہی دیں صاحب! میں ڈس ایبل ضرور ہوں، مجھ میں اللہ نے کمی ضرور رکھی ہے، مگر میں بغیرت نہیں ہوں، عزت سے کمانا چاہتی ہوں، حلال کھانا چاہتی ہوں۔ مگر یہ آپ کا معاشرہ کھانے نہیں دیتا ہے۔

"آپ میرا یقین کریں، میں ایسا نہیں ہوں۔ ایک بات کہوں، اگر آپ مجھ سے میری کوئی نیکی کا پوچھیں تو میں شاید نہ بتا سکوں۔ کیونکہ کوئی ہے ہی نہیں۔ لیکن آج تک میری ذات سے کسی کا مذاق نہیں بنایا گیا ہے۔ آپ گاڑیں میں بیٹھیں میں آپ کو چھوڑ دیتا ہوں۔" جانے کیا تھا اس کے لہجے میں وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔ اتنا تو وہ جان ہی چکی تھی کہ یہ باقی لوگوں کی طرح نہیں ہے۔

منزل کا پتا دینے کے بعد گاڑی راستے کی طرف گامزن تھی۔

☆☆

★

"آپ احسن علی چوہان کو جانتی ہیں؟ میرا مطلب ہے نام سنا ہے اس کا کبھی؟ "

"اسے کون نہیں جانتا؟ بہت بڑا امیر زادہ ہے، نام بہت بڑا ہے اس کا، مگر درشن چھوٹے ہیں۔ آپ نے وہ ضرب المثل تو سُنی ہی ہو گئی نام بڑے، درشن چھوٹے۔ وہ احسن علی چوہان پر فٹ بیٹھتی ہے۔

"کیوں؟ کیا کیا تھا اس نے؟ "

"صاحب! میں انٹر پاس ہوں، مجھے پتا چلا کہ وہ پاکستان میں کمپنی کھول رہا، اور اس نے طلال شاہ نقوی کی کمپنی خرید لی ہے، وہ بھی دگنے داموں میں۔" وہ بات کرتے کرتے خاموش ہو چکی تھی۔

"تو اس میں کیا ہے؟" اس نے حیرت سے سوال کیا تھا۔

"میں بھی گئی تھی، اس کی کمپنی میں جاب کے لیے۔" جو اجہ سرا نے شیشے سے باہر جھانکتے ہوئے کہا تھا۔

"تو کیا نہیں دی اس نے؟" ایک اور سوال کیا گیا تھا۔

"ہم جیسوں کو کون رکھتا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام ہی مانگنا، اور ناچنا ہے، لوگ تو یہ تک کہتے ہیں کہ ہمارے مرنے پر ہم جہنم میں جائیں گے۔ کیا ہم جہنم میں جائیں گے؟" اس خواجہ سرا نے اب کی بار اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

کسی کے بھی جہنم اور جنت میں جانے کا فیصلہ اس کے کرم کرتے ہیں۔ وہ کیا کہتا ہے شاعر او تھے کرماتے ہونے نے نیڑے کسی نی تیری ذات پوچھنی، وہاں کسی کا کوئی نسب، کوئی ذات، کام نہیں آنے والی، جزا اور سزا کا فیصلہ آپ کے کرموں کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ کوئی کسی کے جنت اور جہنم میں جانے کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔

"تو پھر یہ لوگ کیوں کہتے ہیں؟" ایک اور سوال تیار تھا۔

"لوگ تو کچھ بھی کہتے ہیں، لوگوں کی بات سننے لگے تو اپنی عقل بیچ دینا چاہیے۔" اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے وہ دوسری طرف سے آنے والی گاڑی کو دیکھنے لگا تھا۔ جو کہ اسے سائیڈ کرتے ہوئے آگے گزرنا چاہتی تھی۔ اس کی بات کو سمجھ کر وہ سر ہلا کر باہر دیکھنے لگی تھی۔

" کبھی اسے بد دعا نہیں دی آپ نے" کچھ دیر کے بعد وہ خود ہی گویا ہوا۔

"کسے؟" حیرت سے کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا گیا تھا۔

"احسن علی چوہان! کو۔ "

"میں! اس کے لیے بد دعا کیوں کرنے لگی؟" سوال کے بدلے سوال کیا گیا تھا۔

"کیونکہ اس نے آپ کو جاب نہیں دی "

"مجھے نہیں دی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ میرے جیسے بہتوں کا چولہا اللہ کے بعد اسی کی وجہ سے جلتا ہے۔ میں تو اسے دعا دیتی ہوں، میں مر کر بھی اس کے لیے بد دعا نہیں کر سکتی ہوں۔ مجھے اس نے تو نہیں نکالا تھا، میری! اس نے تو بے عزتی نہیں کی تھی۔ اس کے سٹاف نے کی تھی۔ "

"سٹاف کو سنبھالنے کی ذمہ داری اس کی تھی۔ "احسن علی چوہان کو ذلیل کرنے کی ایک اور دلیل دی گئی تھی۔ جو کہ مقابل کی جانب سے بڑی ہی مستعدی سے رد کر دی گئی تھی۔

"بات احسن علی چوہان کی کر رہے ہیں آپ، اور اس کی ذات میں کوئی کھوٹ نہیں۔ "

" کبھی دیکھا ہے اسے ؟ "

"نہیں۔ "سادہ سا جواب دیا گیا تھا۔

"آپ کو اسے بد دعا دینا چاہئے تھی، آپ کو کہنا چاہئے تھا۔

تجھے عشق ہو تو پتا چلے

رب ایسی بھی تو سزا کرئے

تیرا دل کرچیوں میں توڑے وہ

دل توڑ کر جوڑے وہ۔

تو ظلم سہے پھر کچھ نا کہے

تیرے لبوں کو اس طرح سے جوڑے وہ

تجھے عشق ہو تو پتا چلے

رب ایسی بھی تو سزا کرئے

تیری سانسوں میں وہ شامل ہو

تیرے خون میں وہ بہا کرئے

اسے دیکھنے کی تجھے آس ہو

وہ تیرے پاس ہو کر بھی نا پاس ہو

تجھے عشق ہو تو پتا چلے

رب ایسی بھی تو سزا کرئے

تو اسے دیکھ کر رُخ پھیر دے

وہ تجھے زلف میں یوں گھیر دے

وہ تجھے دیکھنے کو تیرے پاس ہو

تو کہے تو مجھ سے دور ہو۔

تجھے عشق ہو تو پتا چلے

رب ایسی بھی تو سزا کرے

تو بے چین ہو ذرہ ذرہ

تو روئے اور یوں ہی سوئے

تجھے اس درد کی نا دوا ملے

تو دوا کرے نہ شفا ملے

تجھے عشق ہو تو پتا چلے

رب ایسی بھی تو سزا کرے

"میں اسے کوئی بد دعا نہیں دے سکتی ہوں۔ وہ امیر زادہ دوسروں سے بہتر ہے، کم از کم وہ کسی کی بے بسی کا فائدہ تو نہیں اٹھاتا۔

****

"آپ کی منزل آگئی ہے" وہ گاڑی ان کے بتائے گئے پتے پر روکتے ہوئے کہتا ہے۔

"آپ کا شکریہ! میں جانتی ہوں آپ جیسے لوگ ہم جیسوں کے گھر آنا تو پسند نہیں کرتے ہیں۔ مگر آپ آئیں گے تو ہمیں اچھا لگے گا۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل جاتی ہے۔ کیونکہ جانتی ہوتی ہے کہ اس نے نہیں آنا۔ وہ کچھ لمحے سوچنے کے بعد، گاڑی کا دوازہ کھولتے ہوئے ان کے پیچھے ہی، باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

آپ کو پتا ہے، سب سے بڑی نیکی کیا ہے میری نظر میں۔" وہ اس کے مقابل چلتے ہوئے کہتا ہے۔ وہ تو اسے اپنے سامنے دیکھ کر ہی خوش ہو جاتی ہے۔

"نہیں!" اپنی خوشی پر قابو پاتے ہوئے کہا گیا تھا۔

"کسی کا دل جوڑنا" دل میں رب رہتا ہے۔ اور حدیث بھی ہے کہ جس نے کسی کا ٹوٹا ہوا دل جوڑ دیا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ بغیر حساب جنت میں جانے کا یہ سودا مہنگا تو نہیں، وہ مسکراتے ہوئے کہا گیا تھا۔ وہ خواجہ سرا بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیتی ہے۔

****

"گڑیا کدھر چلی گئی؟" وہ اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے ہوئے کہتا ہے۔

"وہ اپنی دوست مریم کو جھنڈا دکھانے گئی ہے۔ اس کے پاس بھی بڑے والا جھنڈا ہے۔" وہ اسے جواب دیتے ہوئے کہتی ہے۔

جس پر وہ بس مسکرا کر رہ گیا تھا۔

★

"ویسے کتنے سال کی ہے گڑیا؟ "

"آج رات بارہ بجے چھ سال کی ہو جائے گئ۔"

"کیا یہ آج پیدا ہوئی تھی؟ آپ کو بتانا چاہئے تھا اس کے لیے کوئی گفٹ وغیرہ لیتے۔ "

"نہیں! یہ مجھے آج کے دن ہی ملی تھی۔ "

"ملی تھی؟" اچنبھے سے سوال کیا گیا تھا۔

"میں ایک پروگرام میں ناچ کر آرہی تھی۔ تو مجھے کوڑے کے پاس کسی بچی کے رونے آوازیں آئیں، آس پاس کچھ کتے بھی بھونک رہے تھے۔ میں ڈرتے ڈرتے ان سے بچتے بچاتے اس بچی تک پہنچ گئی، یہ شاید بھوکی تھی۔ کمبل میں لپٹا ہوا یہ وجود۔ مجھے بہت پیارا لگا ساتھ میں افسوس بھی ہوا کہ کوئی کیسے کسی کے ساتھ ایسا کرسکتا۔ پھر مجھے شک سا ہوا کہیں یہ ہمارے جیسی تو نہیں؟ میں نے تصدیق کے لیے دیکھا بھی۔ مگر یہ ایک نارمل، مکمل لڑکی تھی۔

میں اسے اٹھا کر گھر لے آئی اور اپنے ساتھ رکھ لیا۔ میں اسے اپنے ساتھ نہیں لے کر جا سکتی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی کتے اسے نقصان نہیں پہنچا رہے تھے وہ اس کے پاس کھڑے اس کی حفاظت کر رہے تھے، پھر مجھے سمجھ میں آیا کہ بچانے والی تو رب کی ذات ہوتی، میں تو مجبوری میں یہ کام کرتی تھی۔ ورنہ عزت کا کھانے کی خواہش تو ہماری بھی ہوتی ہے صاحب !

"میں حلال کمانا چاہتی تھی، میں اسے سکھانا چاہتی تھی کہ حلال کیسے کھایا اور کمایا جاتا ہے۔ مگر آپ کا معاشرہ نہیں کمانے دیتا۔"

"یہ کارڈ رکھ لیں کل اسی پتے پر چلے جائیے گا۔ وہاں آپ کو نوکری مل جائے گئ۔" وہ اسے کارڈ دیتے ہوئے کہتا ہے۔

"ہمیں احسان۔" اس کی بات کو مکمل ہونے سے پہلے ہی کاٹ دیا گیا تھا۔

"میں کوئی احسان نہیں کر رہا ہوں، نوکری آپ کو آپ کی قابلیت کی بنیاد پر دی جائے گئ، اور ہاں یہ کمپنی احسن علی چوہان کی ہی ہے جسے آپ بددعا نہیں دے سکتی۔ "

"آپ کون ہیں؟ "

"اس کے لیے دعا ضرور کرتی رہا کریں، آپ لوگوں کی دعائیں ہی ہیں جو اسے آج اس مقام تک لائی ہیں۔ ورنہ کس نے سوچا تھا، ایک مڈل کلاس، جس کو صرف اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا کہ وہ امیر نہیں، آج اس مقام پر ہو گا کہ بڑے سے بڑے لوگ اس سے ملنے کے لیے قطار میں کھڑے ہوتے ہیں "

"اس کا مطلب آپ؟ "

"جی! میرا ہی نام احسن علی چوہان ہے۔ میرا وہاں گاڑی روکنا، اور آپ کو اپنے ساتھ چلنے کا کہنا یہ اتفاق نہیں تھا۔ شاید وہ نیلی چھت والا چاہتا ہی کچھ ایسے تھا۔ عموماً میں ایسا نہیں کرتا، جانے کیوں خیال آیا کہ یہاں رکنا چاہئے۔" احسن نے مسکرا کر کہا تھا جبکہ اس خواجہ سرا کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

★

****

"میں اپنا جملہ واپس لیتی ہوں۔ آپ کا نام بھی بڑا ہے اور درشن بھی۔" اس محتشہ نے روتے ہوئے کہا تھا۔ اسے امید بھی نہیں تھی جس کے بارے میں وہ اتنا کچھ کہہ رہی تھی اور جب وہ اسے برا کہنے لگا تو اس کی تعریفیں کرنے لگی تھی۔ مطلب کے خود ہی برا کہنا خود ہی تعریف بھی کرنا۔

"ارے! آپ تو سیاست دانوں کی طرح بیان بدلنے لگی ہیں۔ مسکرا کر کہتے ہوئے وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہو تھا۔ لیکن کچھ یاد آنے پر رکا تھا۔

"کیک میری طرف سے ہو گا۔ گڑیا کا نام کیا ہے؟ کیک پر لکھوانا ہے۔"

"نام؟"

"جی! نام کیا ہے گڑیا کا۔"

"نام تو کوئی نہیں رکھا۔ میں اسے گڑیا ہی کہتی تھی۔"

"چلیں میں کیک پر گڑیا ہی لکھوا دوں گا۔ بعد میں اس کا کوئی پیارا سا نام بھی رکھیں گے۔ ویسے اگر آپ برا نا منائیں تو انعم نام بہت پسند ہے مجھے۔" اتنا کہنے اور بغیر اس کا جواب سنے وہ باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے اس خواجہ سرا نے آسمان کی جانب دیکھ کر ہاتھ کھڑے کر دیئے تھے۔ اور سر سجدے میں جھکا کر رونے لگی تھی۔

اٹھے سر سے دعا جائز تو ہے نوری
سجدہ گر الو تاثیر بدل جاتی ہے
تاثیر بدل جائے تو بات بدل جاتی ہے
بات بدل جائے تو اوقات بدل جاتی ہے

مال حرام و بخیل کو تباہ کرنے والی سات چیزیں

ایک ولی اللہ کا قول مختلف کتابوں میں نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں سات چیزیں حرام مال و دولت اور کنجوس بخیل کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔

۱: خود موت کا شکار ہو جائے گا اور اس کے وارث ناعاقبت اندیش ہو کر یہ دولت اللہ تعالی کی نافرمانی اور فضول کاموں میں خرچ کر دے گا۔

۲: اللہ تعالی کسی ظالم کو اس پر مسلط کر دے گا جو اس کا مال لوٹ لے گا اور اس کو ذلیل و خوار بھی کرے گا۔

۳: نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر سب مال و دولت خرچ کر دے گا۔

۴: بڑے بڑے محل اور بنگلہ بنانے اور بنجر زمین کی آبادکاری میں سرمایہ لگا کر ضائع کرے گا۔

۵: کسی اچانک ناگہانی آفت آگ، طوفان، زلزلہ وغیرہ کا شکار ہو کر اس کا مال برباد ہو جائے گا۔

۶: کسی خطرناک لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو کر علاج میں ساری دولت خرچ ہو جائے گی۔

۷: دولت کہیں چھپا کر دفن کر دے گا یا کسی سیکریٹ بینک اکاؤنٹ میں ڈپازٹ کر دے گا اس اکاؤنٹ کی کسی وارث کو خبر نہیں ہو گی کچھ عرصے بعد اسے بھول جائے گا اور خود کنگال ہو کر مرے گا۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو یہ تمام مثالیں مجسم نظر آتی ہیں اللہ تعالی ہمیں سوچنے سمجھنے اور دین اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

★

طبِ نبوی ﷺ

اِدرک زمانہ قدیم سے استعمال کی جا رہی ہے۔ چین میں اسے علاج معالجے میں اہمیت حاصل رہی۔ روم اور یونان میں بھی ادرک اپنے خواص کی بنا پر استعمال ہوتی رہی۔ یورپ میں بھی خوشبو کی وجہ سے ادرک بہت پسند کی جاتی ہے۔

طبی خواص میں ادرک کا ایک خاص مقام ہے۔ ادرک غذا کی اصلاح کرتی ہے۔ ماش کی دال یا گوبھی میں اسے شامل کریں کیونکہ اس سے بادی چیزیں جلد ہضم ہو جاتی ہیں۔

گائے کے گوشت کے کباب بناتے وقت کٹی ہوئی ادرک ملائیں۔ اسی طرح کوفتوں، گائے کے پائے اور نہارے میں بھی اسے شامل کریں کیونکہ طبی فوائد کے ساتھ یہ ذائقے میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ ادرک کا تھوڑا سا ٹکڑا پانی میں ڈال کر اس میں چائے یا قہوہ ملا کر پئیں تو جسم میں حرارت دوڑ جاتی ہے۔ عام چائے میں آدھا چمچ ادرک کا رس ملا کر پی سکتے ہیں۔ اس سے ہاضمے کی قوت تیز ہوتی ہے اور گیس کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

ادرک کی سلاد بھی اس مقصد کے لیے مفید ہے۔ متلی کی شکایت ہو تو ادرک کے ٹکڑے فرائی پین میں ہلکا سا سینک کر نمک لگا کر چوسیں، آرام آجائے گا۔

ایک چمچ ادرک کے رس میں ایک چمچ لیموں کا رس، ایک چمچ پودینے کا رس اور دو چمچ شہد ملا کر فرائی پین میں معمولی آنچ پر گاڑھا کر کے اتار لیں۔ تھوڑا تھوڑا یہ مرکب چاٹنے سے متلی دور ہو جائے گی۔

جو لوگ بہت ٹھنڈا پانی پیتے ہیں، اس سے دانتوں کو نقصان پہنچنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ ادرک چبانے سے لعاب زیادہ پیدا ہوتا ہے اور منہ کی غلیظ رطوبات خارج ہو جاتی ہیں۔ منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔ ٹھنڈے پانی سے جو نقصان ہوتا ہے وہ بھی درست ہو جاتا ہے۔

اسی طرح گلے کی صفائی ہو جاتی ہے، حلق کی خشکی، خراش اور ورم کو آرام آتا ہے۔ حلق میں اگر بلغم پھنسا ہو تو وہ بھی اس کے کھانے سے نکل جاتا ہے۔ نزلے کی سوزش ہو، ناک سے پانی بار بار بہہ رہا ہو، چھینکیں آئیں تو اس کے لیے بھی ادرک کی چائے یا شہد ملے گرم پانی میں ادرک کا رس مفید ہے۔

کھانسی میں ادرک کا استعمال کرنا چاہیے۔ بعض دفعہ تو یہ دمے تک کو فائدہ دیتی ہے۔ ادرک معدے کو طاقت دیتی ہے۔ نفخ اور بدہضمی دور کرتی ہے، ہاضم ہے۔ جگر کے لیے بھی ادرک مفید ہے۔ اس کے استعمال سے جگر کی پرانی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔

★

مثانے اور گردے کے امراض میں جسم کو طاقت دیتی ہے۔ خواتین کے لیے ادرک کی چائے بہت مفید ہے۔ جو لوگ بہت زیادہ دماغی کام کرتے ہیں، ان کے لیے دو تولے ادرک کا پانی سات آٹھ تولے دودھ میں ملا کر ہلکی آنچ پر پکائیں۔ جب وہ آدھا رہ جائے تو سوتے وقت چینی یا مصری ملا کر پینے سے دماغ کی تھکن اور بوجھ کم ہو جاتا ہے۔

ٹی بی (تپ دق) کا علاج

زمانہ طالب علمی اور پھر ڈاکٹر بننے کے بعد اور ابھی تک ٹی بی کی بیماری اور اس کی ہلاکت خیزی ہم دیکھتے، محسوس کرتے آئے ہیں۔ ہم بار بار عزم کرتے ہیں کہ ٹی بی کا خاتمہ بھی ہو جائے، جیسا کہ چیچک کی بیماری کا خاتمہ ہو گیا، پولیو میں کمی آ گئی، لیکن ٹی بی ایسی بلا ہے جس کی مکمل بیخ کنی ابھی تک نہیں ہو سکی۔ ہر بار جب ہم سوچ رہے ہوتے ہیں کہ ٹی بی خاتمے کے قریب ہے، یہ بیماری نئی آب و تاب کے ساتھ سامنے آ جاتی ہے۔

آیئے ذرا دیکھیں کہ ہم سب مل کر اس کے خاتمے کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

ہر سال ٹی بی کا عالمی دن 24 مارچ کو منایا جاتا ہے تا کہ ٹی بی کے بارے میں آگہی کو فروغ دیا جائے اور ٹی بی سے معاشرتی، معاشی اور صحت پر پڑنے والے مسائل کا جائزہ لیا جائے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ٹی بی نہ صرف ایک قابلِ علاج مرض ہے بلکہ اِس سے بچاؤ بھی ممکن ہے۔

ٹی بی کا عالمی دن منانے کا آغاز 1882 میں ہوا، جب رابرٹ کوکس (Robert Koch) نے اِس بیماری کے جرثومے (Mycobacterium tuberculosis) کو دریافت کیا، جس سے اِس بیماری کی تشخیص اور علاج کے راستے کھل گئے۔ اسی کے نام پر اس بیماری کا نام (Koch's) ہے۔ ٹی بی کا شمار اب بھی مہلک بیماریوں میں ہوتا ہے۔ ہر روز 4000 افراد اس کی وجہ سے زندگی سے محروم ہو جاتے ہیں اور تقریباً 28000 افراد اس کا شکار ہوتے ہیں۔

عالمی سطح پر اِس بیماری کے تدارک کی کوششوں کی وجہ سے 2000ء سے اب تک 63 ملین جانیں بچائی جا چکی ہیں۔

وقت کا پہیہ رواں دواں: اِس سال 2021 کے ٹی بی کے عالمی دن کا مرکزی خیال "The Clock Is Ticking" ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ٹی بی کو ختم کرنے کے End TB Strategy کے ارادوں کو عملی جامہ پہنچانے کے لیے عالمی سطح کے رہنماؤں کے پاس اب بہت کم وقت ہے۔ خاص طور پر حالیہ کووڈ 19 کی وبا کے پس منظر میں کہ جس نے ٹی بی ختم کرنے کے پروگرام کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔

وقت کا پہیہ رواں دواں رہتا ہے۔ قرآن پاک میں سورہ العصر میں اللہ جل شانہ فرما رہے ہیں:

"زمانے کی قسم، بے شک انسان خسارے میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی آپس میں وصیت کرتے رہے۔"

★

یہ وقت ہے اپنے ارادوں کی تکمیل کا اور یہ وقت ہے ٹی بی کو ختم کرنے کا۔ عالمی ادارہ صحت سب کو یاد دلا رہا ہے کہ ٹی بی کو ختم کرنے میں سب اپنی کوششوں کو تیز کریں تاکہ ایس ڈی جی (Sustainable Development Goals) کے ہدف مکمل کر سکیں۔ پاکستان میں 2025 تک ٹی بی کی شرح میں 50 فیصد کمی کا ہدف رکھا گیا ہے۔

پاکستان میں ٹی بی کی صورت حال:

پاکستان میں ہر سال تقریباً 5 لاکھ افراد ٹی بی سے متاثر ہوتے ہیں، جس میں تقریباً ایک تہائی علاج کے لیے کہیں بھی رجسٹرڈ نہیں ہوتے اور ان کے ذریعے یہ مرض پھیلتا رہتا ہے۔ دنیا کے 30 ممالک جہاں ٹی بی سب سے زیادہ ہے، ان میں پاکستان کا نمبر پانچواں ہے۔ آبادی کے حساب سے پاکستان دنیا کا چھٹا ملک ہے۔ اِس کے علاوہ 3800 ایچ آئی وی (HIV) پازیٹو بھی ٹی بی کا شکار ہیں۔

جو عوامل اِس میں کارفرما ہیں، ان میں غربت، غذائی کمی، جہالت، گنجان آبادی، غلط عقائد، ایچ آئی وی / ایڈز کے افراد کی بڑھتی ہوئی تعداد، تنگ و تاریک گھر وغیرہ شامل ہیں۔ معاشرے کے پس ماندہ طبقات، خواجہ سرا اور میل سیکس ورکرز کمیونٹی کا ٹی بی سے متاثر ہونے کا رجحان زیادہ ہے۔ ٹی بی 5 سے 15 سال تک کے بچوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی تحقیق 2012 کے مطابق پوری دنیا میں 74000 بچے ہر سال ٹی بی سے جان کھو بیٹھتے ہیں اور ہر سال نصف ملین ٹی بی کے نئے مریض بچے سامنے آتے ہیں۔

ٹی بی کے حوالے سے اہم اعداد و شمار:

ٹی بی کی شرح (Incidence of tuberculosis) ہر ایک لاکھ افراد میں ایک سو اکیاسی ہوتی ہے، اور ان میں 50 فیصد ABF کا نتیجہ مثبت ہوتا ہے، یعنی ان کے تھوک میں ٹی بی کے جراثیم موجود ہوتے ہیں۔

سال 2018ء میں تین لاکھ 69 ہزار 548 ٹی بی کے مریض تشخیص ہوئے، اِن میں 22 فیصد فوری تشخیصی ٹیسٹ کے ذریعے، 20 فیصد میں ایچ آئی وی (HIV) پازیٹو، 80 فیصد میں پھیپھڑوں کی ٹی بی، 48 فیصد میں ٹی بی کے جراثیم کا ثبوت، 13 فیصد بچے، 42 فیصد خواتین اور 45 فیصد مرد ہیں۔

اموات: پاکستان میں ہر سال ٹی بی کے پانچ لاکھ نئے کیسز سامنے آتے ہیں، جن میں تقریباً 70 ہزار مریض موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ٹی بی کا مرض کیا ہے؟:

ٹی بی (tuberculosis) کو عام طور پر تپ دق بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک قدیم اور متعدی مرض ہے، یعنی یہ ایک سے دوسرے کو لگنے والا مرض ہے۔ یہ ایک جرثومہ مائیکو بیکٹیریم ٹیوبر کلوسس (mycobacterium tuberculosis) سے ہوتی ہے۔

★

سب سے زیادہ ٹی بی پھیپھڑوں کی ٹی بی عام ہے۔ مگر یہ جسم کے کسی بھی حصے یا عضو میں ہو سکتی ہے، جیسے ہڈیوں کی ٹی بی، دماغ کی ٹی بی، گردوں یا آنتوں کی ٹی بی یا عورتوں میں بچہ دانی کی ٹی بی وغیرہ۔

یہ بیماری کیسے پھیلتی ہے؟:

یہ ایک متعدی مرض ہے اور مریض کے کھانسنے اور چھینکنے سے ٹی بی کے جراثیم ہوا کے ذریعے ایک شخص سے دوسرے شخص میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ بچے عام طور پر مرض پھیلانے کا سبب نہیں بنتے۔

ٹی بی کی تشخیص کے لیے کیا کرنا چاہیے؟:

یاد رکھیے! کوئی بھی پرانی (دو ہفتے سے زیادہ) کھانسی یا بلاوجہ کمزوری اور وزن کا گھٹنا اس بات کی علامت ہو سکتا ہے کہ ٹی بی کی تشخیص کے ٹیسٹ کروائے جائیں۔ اس کے علاوہ کھانسی میں بلغم کا آنا اور بلغم میں خون کا آنا، روزانہ رات کے وقت بخار کا ہونا، بھوک کا نہ لگنا، گلے کی سوجن یا غدود کا بڑھنا یہ سب علامات ایسی ہیں کہ انسان کو خبردار ہو جانا چاہیے اور کسی اچھے معالج سے رجوع کرنا چاہیے تاکہ ٹیسٹ کے ذریعے اس کی تصدیق ہو سکے۔

ٹی بی کی تشخیص لیبارٹری ٹیسٹ کے ذریعے ہوتی ہے۔ درج ذیل ٹیسٹ عام طور پر کروائے جاتے ہیں:

۱: خون کا ٹیسٹ ۲: اسکن ٹیسٹ (Mantoux skin test) ۳: سینے کا ایکسرے ۴: دوسرے ٹیسٹ بمطابق دوسرے اعضا کی ٹی بی۔

بچوں میں ٹی بی کی تشخیص ایک مشکل مرحلہ ہے۔ اس سے بچوں میں ٹی بی یا تو تشخیص نہیں ہو پاتی یا ضرورت سے زیادہ تشخیص ہو جاتی ہے، اسے آسان بنانے کے لیے پاکستان پیڈیاٹرک ایسوسی ایشن (PPA) نے اسکورنگ سسٹم بنایا ہے۔

ٹی بی سے متعلق اہم ہدایات:

☆ ٹی بی کا مرض 100 فیصد قابل علاج ہے۔

☆ علامات کی صورت میں فوری طور پر اچھے معالج سے رجوع کریں۔

☆ حکومت کی طرف سے مفت تشخیص اور علاج کی سہولت موجود ہے۔

☆ اپنے قریبی مرکز صحت سے رجوع کریں۔

☆ گھبرانے کی ضرورت نہیں، عالمی ادارہ صحت کا بنایا ہوا طریقہ علاج (DOTS) موجود ہے، جس میں کسی ذمہ دار فرد (معاون علاج) کی زیر نگرانی 6 ماہ تک مسلسل بلاناغہ ٹی بی کی فراہم کردہ مفت ادویات استعمال کی جائیں۔ یہ ذمہ دار فرد، گھر کا کوئی فرد، محلے کا کوئی رضاکار یا کوئی ہیلتھ ورکر بھی ہو سکتا ہے۔

★

☆ملک بھر میں 5000 سے زائد سرکاری مراکز صحت اور پرائیوٹ کلینک / ہسپتال پر ٹی بی کی دوائیں مفت دستیاب ہیں۔ ☆ٹی بی کے علاج کی مدت بڑھ بھی سکتی ہے، اس کا انحصار اس پر ہے کہ بیماری کی نوعیت کیا ہے اور کس عضو کی ٹی بی ہے۔

☆ نیشنل ٹی بی کنٹرول پروگرام نے ٹی بی کی مفت تشخیص اور علاج کو یقینی بنانے کے لیے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر ہسپتال، دیہی مرکز صحت اور بنیادی مرکزی صحت میں ٹی بی کے مراکز رکھے ہیں۔

☆ٹی بی کا علاج ادھورانہ چھوڑا جائے، ورنہ نہ صرف مرض کی پیچیدگی بڑھنے کا خطرہ ہے بلکہ اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ دواوں کا اثر ختم ہو جائے اور عام ٹی بی، ایم ڈی آر ٹی بی (Multidrug-resistant TB) میں بدل جائے۔

☆ٹی بی کے علاج کے دوران میں ماں اپنے بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ ☆ٹی بی کے مریض کے ساتھ دوستانہ اور ہمدردانہ رویہ رکھیں۔ اس کا حوصلہ بڑھاتے رہیں اور اس کے ساتھ خراب رویہ نہ رکھیں۔

ٹی بی کا مکمل خاتمہ کیسے ؟:

ٹی بی کے مکمل خاتمے کے لیے ہم سب کو میدان میں اترنا پڑے گا۔ اس کے لیے درج ذیل نکات بہت اہم ہیں:

☆عوام میں ٹی بی کا شعور بیدار کریں۔

☆ٹی بی کے مریضوں کے ساتھ منفی رویوں کو دور کریں۔

☆ٹی بی کی علامات، تشخیص اور علاج کے بارے میں عوامی آگہی پیدا کریں۔

☆ٹی بی کے مریض کھانستے، چھینکتے وقت منہ پر رومال رکھ لیں۔ زیادہ سے زیادہ ماسک کا استعمال کریں، جب لوگوں کے ساتھ ہوں۔ ☆

جگہ جگہ تھوکنے سے گریز کریں۔

☆ٹی بی کا علاج مکمل کریں، ادھورانہ چھوڑیں۔

☆بچوں کو ٹی بی سے بچاؤ کا حفاظتی ٹیکہ (BCG) لگوانانہ بھولیں۔

☆ جسم میں بیماریوں کے خلاف قوتِ مدافعت بڑھائیں۔ ابلا ہوا پانی اور صاف وصحت بخش غذا کا استعمال کریں۔ بازار کی گندی چیزیں کھانے سے پرہیز کریں۔

نظم

اکمل نوید

با ادب با نصیب — بے ادب بے نصیب

اس مشہور مقولے کے حوالے سے اس کا مفہوم پیش کروں یہ واقعہ سنتے چلیئے کہ با ادب با نصیب کیسے ہوتا ہے، بے ادب بے نصیب کیسے ہوتا ہے ؟؟؟؟

ایک بار جناب بہلول کسی نخلستان میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک تاجر کا وہاں سے گذر ہوا، وہ آپ کے پاس آیا سلام کر کے مودب سامنے بیٹھ گیا اور انتہائی ادب سے گذارش کی، حضور! تجارت کی کونسی ایسی جنس خریدوں جس میں بہت نفع ہو'، جناب بہلول نے فرمایا: ''کالا کپڑا لے لو'' تاجر نے شکریہ ادا کیا اور الٹے قدموں چلتا واپس چلا گیا۔ جا کر اس نے علاقے میں دستیاب تمام سیاہ کپڑا خرید لیا، کچھ دنوں بعد شہر کا بہت بڑا آدمی انتقال کر گیا۔ ماتمی لباس کے لئے سارا شہر سیاہ کپڑے کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، اب کپڑا سارا اس تاجر کے پاس ذخیرہ تھا تو اب اس نے منہ مانگے داموں فروخت کیا اور اتنا نفع کمایا جتنا ساری زندگی نہ کمایا تھا اور بہت ہی امیر کبیر ہو گیا۔

کچھ عرصے بعد وہ گھوڑے پر سوار کہیں سے گذرا جناب بہلول وہاں تشریف رکھتے تھے۔ وہ وہیں گھوڑے پر بیٹھے بولا: او دیوانے! اب کی بار کیا لوں، بہلول نے فرمایا: ''تربوز لے لو''۔ وہ بھاگا بھاگا گیا اور ساری دولت سے پورے ملک سے تربوز خرید لئے۔ ایک ہی ہفتے میں سب خراب ہو گئے اور وہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گیا۔

اسی خستہ حالی میں گھومتے پھرتے اس کی ملاقات جناب بہلول سے ہوگئی تو اس نے کہا: یہ آپ نے میرے ساتھ کیا کِیا؟' تو جناب بہلول نے فرمایا: میں نے نہیں، تیرے لہجوں اور الفاظ نے کیا سب۔ جب تو نے ادب سے پوچھا تو مالا مال ہوگیا اور جب گستاخی کی تو کنگال ہو گیا۔ اس کو کہتے ہیں با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

ادب: انسان اور جانور میں فرق کرتا ہے:

بظاہر انسان اور جانور میں کیا فرق ہے۔ تمام کے تمام حیاتی تقاضوں سے ہٹ کر بھی دیکھیں تب بھی کیا فرق ہے؟

آدمیت نہ بہ نطق و نہ بہ ریش و نہ بہ جاں

طوطیاں نطق بزاں ریش، خراں جاں دارد

جی ہاں! انسان اور جانور میں اگر کوئی فرق ہے تو وہ ہے ادب۔ یہ وہ تحفہ آسمانی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بطورِ خاص عطا فرمایا۔ یہ یونان کے لائسیم ہوں یا سکندریہ کی رصد گاہیں، یہ ہندوستان کے آشرم ہوں یا ایران کے معبد، یہ بصرہ و بغداد کے مدارس ہوں یا دلی و لکھنو کی محافل ادب و علم و حکمت۔ ہر کہیں صرف وہی نام نمایاں ہیں جنہوں نے اپنے اساتذہ کے حضور زانوئے تلمذ طے کیا اور با نصیب ٹھہرے۔

★

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

دنیا میں بانصیب کون ہے؟ سرمایہ دار؟ دھن دولت والے؟ حکمران؟ بادشاہ اور وزیر و مشیرانِ سلطنت؟ بڑے بڑے افسران؟ کون؟ بانصیب وہ ہیں، جن کے نام ہائے نامی، اسمائے گرامی اوراقِ تاریخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کرکے انہیں ان کے ادب نے امر کر دیا۔ اس فضائے نیلگوں میں پھیلے سنہرے اجالے کی طرح وہ صفحہ دہر کے رگ و ریشے میں یوں پھیل گئے کہ آج ان کی ایجادات، تعلیمات، ملفوظات اور تخلیقات کے بغیر یہ دنیا ادھوری ہی نہیں بے ذائقہ اور بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسلامی تاریخ کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ادب ہی کی بنا پر حضرت جبرئیل علیہ السلام سید الملائکہ بنے اور بے ادبی کی وجہ سے معلم الملائکہ شیطان بنا۔ ادب کی مثالوں میں مشہور ترین مثال حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہے جنہوں نے اپنے والد حضرت ابراہیم کے حکم پر اپنی جان کا تحفہ موت کی طشتری میں ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ بقولِ شاعر:۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

ادب اور اخلاق معاشرے کی بنیادی حیثیت کا درجہ رکھتا ہے، جو معاشرے کو بلند تر کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ادب سے عاری انسان اپنا مقام نہیں بنا سکتا۔ کہاوت ہے کہ ”باادب بانصیب اور بے ادب بدنصیب“ یعنی ادب ایک ایسی صنف ہے جو انسان کو ممتاز بناتی ہے۔ ادب و آداب اور اخلاق کسی بھی قوم کا طرہ امتیاز ہے۔ اسلام نے بھی ادب و آداب اور حسن اخلاق پر زور دیا ہے۔

مذہب اسلام نے ہر رشتے کے حقوق وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیئے ہیں۔ ادب و آداب کی تعلیم بھی دی گئی ہے، جس میں سرفہرست والدین کے حقوق اور ان کا ادب ہے۔ اس کے علاوہ اساتذہ کا احترام، پڑوسیوں کے حقوق معاشرے کے ستائے ہوئے افراد بھی شامل ہیں۔ یہ تمام افراد بھرپور توجہ اور احترام کے مستحق ہیں۔

خدمت خلق ہی ایک ایسا فعل ہے جس سے انسان کی عظمت کا صحیح طور پر پتا چلتا ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کے ذمے دو فرائض لگائے ہیں ایک اس مالک کل کی اطاعت دوسرے اس کے بندوں سے پیار۔ یعنی ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد۔ ہمارے نوجوان معاشرے کا اہم حصہ ہیں اور ان کی اخلاقی ذمے داریوں کا معاشرے کے بزرگ افراد، والدین، اساتذہ سے براہ راست تعلق ہے، لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ادب کے حوالے سے نوجوانوں کا منفی رویہ کافی تکلیف دہ ہے۔

★

والدین کا ادب:

آج بوڑھے والدین کے ساتھ نوجوان جو کچھ کرتے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اکثر میڈیا پر یہ خبر دیکھنے اور پڑھنے کو ملتی ہے کہ چند روپیوں یا جائیداد کی خاطر بزرگ والدین کو قتل کر دیا، آج کے بچے، نوجوان والدین کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور بلند آواز سے بات کرنے میں تھوڑی بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ماں باپ کسی چیز کے متعلق پوچھ لیں تو بھنویں تن جاتی ہیں مگر یہی نوجوان بچپن میں والدین سے جو کچھ پوچھتے تو والدین خوشی خوشی بتاتے تھے۔

ماں باپ کے آگے صرف دو وقت کی روٹی رکھ دینا ہی سب کچھ نہیں ہے؛ بلکہ والدین کی اطاعت، فرمابرداری، ادب و آداب ہی باادب اور کامیاب انسان بناتے ہیں۔والدین کی دعائیں کامیابی کا زینہ ہیں جس کی بدولت آپ ایک کامیاب انسان بن کر ملک و قوم کا نام روشن کرسکتے ہیں، والدین کے غصے کے آگے آپ کی برداشت اور عفو درگزر ادب و آداب کی بہترین قابل تعریف مثال ہے،والدین کی ناراضی وقتی ہوتی ہے اور آپ کے اس عملی مظاہرہ سے والدین کے دل میں آپ کی جگہ بن جائے گی اور ان کی شفقت و محبت میں مزید بہتری آئے گی۔

والدین کے علاوہ اساتذہ بھی معاشرے کے اہم فرد ہیں۔

ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ لوگ ماں باپ کے برابر بیٹھنا، ان کے آگے چلنا اور ان سے اونچا بولنا برا سمجھتے تھے اور ان کے حکم پر عمل کرنا اپنے لیے فخر جانتے تھے۔ اس کے صدقے اللہ انہیں نوازتا بھی تھا۔ اسلامی معاشروں میں یہ بات مشہور تھی کہ ”جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کے رزق میں اضافہ کرے وہ والدین کے ادب کا حق ادا کرے۔ اور جو یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کے علم میں اضافہ کرے وہ استاد کا ادب کرے۔“ ایک دوست کہتے ہیں کہ میں نے بڑی مشقت سے پیسہ اکٹھا کر کے پلاٹ لیا تو والد صاحب نے کہا کہ بیٹا تمہارا فلاں بھائی کمزور ھے، یہ پلاٹ اگر تم اسے دے دو تو میں تمہیں دعائیں دوں گا۔ حالانکہ وہ بھائی والدین کا نافرمان تھا۔ اس (دوست) کا کہنا ہے کہ عقل نے تو بڑا سمجھایا کہ یہ کام کرنا حماقت ہے؛ مگر میں نے عقل سے کہا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

چنانچہ عقل کو تنہا چھوڑا اور وہ پلاٹ بھائی کو دے دیا۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب بہت خوش ہوئے اور انہی کی دعا کا صدقہ ہے کہ آج میرے کئی مکانات اور پلازے ہیں جب کہ بھائی کا بس اسی پلاٹ پر ایک مکان ہے۔

استاد کا ادب:

ماں باپ کے بعد سب سے اہم مقام استاد کا ہے۔ استاد روحانی والدین کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے شاگرد اپنے استاد

کا جتنا بھی احترام کریں کم ہے۔ ماں باپ کی اولاد کے لئے اصلاح اور تربیت کے بعد استاد کی اصلاح و تربیت لازمی ہے۔ اس لئے استاد کا زیادہ سے زیادہ ادب کرنا چاہئے ،جو استاد کا بنیادی حق ہے۔ بدنصیب ہیں وہ نوجوان جو اپنے استادوں کی بے عزتی اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں جو استاد کی اصلاح کو اپنی بے عزتی سمجھ کر ان پر بہیمانہ تشدد کرکے زخمی لہولہان کر دیتے ہیں، کسی بھی مہذب معاشرے میں استاد کی تذلیل اور ہرزہ سرائی اس قوم کے نوجوانوں کی ترقی عروج کا زوال ہوتا ہے۔

سوشل میڈیا پر استادوں تک پر تشدد کی ویڈیوز وائرل ہوتی رہتی ہیں۔ اگر قوم کے معمار کو زخمی کردیا جائیاور اسے دیوار سے لگا دیا جائے گا تو وہ اپنی تعلیمی صلاحیتوں کو کس طرح بروئے کار لاکر نوجوانوں کو علم کی روشنی س یمنور کرے گا۔ اگر استادوں پر تشدد کیا گیا اور دیوار سے لگایا گیا تو جہالت کی تاریکی چاروں طرف پھیل جائے گی۔

نوجوان نسل عدم برداشت کو قابو کریں اور استاد کی عزت و احترام کریں۔ علم کی جستجو جاری رکھنا اور علم کے میدان میں استاد کی رہنمائی میں آگے بڑھنا بھی شاگرد پر استاد کا حق ہے۔ شاگرد اگر استاد کی عزت کرے گا اور اس کے حق کی طرف توجہ دے گا تو زندگی میں کامیاب اور کامران ہوگا اور علم کی دولت حاصل کرکے صحیح معنوں میں زندگی کا سفر جاری رکھ سکے گا۔ استاد کے حقوق میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کی بات مانی جائے، اس کا حکم ادب سے سنا جائے اور احترام کے ساتھ اس کی تعمیل کی جائے۔

اگر شاگرد ایسا کریں گے تو ان کے اساتذہ ان سے خوش ہوںگے اور ان کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں گے اور ان کا مستقبل سنوارنے کے لئے انہیں زیادہ دل لگا کر پڑھائیں گے۔ ایسے ہی شاگرد دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں اور بڑے بڑے مراتب تک پہنچتے ہیں۔ استاد کی مخصوص توجہ کے بغیر خصوصی کامیابی ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ نوجوان کو اپنے اساتذہ کے حقوق پر غور کرنا چاہئے۔ ان کا پورا احترام اور ان سے ہدایات حاصل کریں جو استاد کا ادب کرتاہے خوش نصیبی اس کے قدم چومتی ہے اسی لئے تو کہتے ہیں: باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔

والدین کی طرح استاد کا ادب بھی اسلامی معاشروں کی ایک امتیازی خصوصیت تھی اور اس کا تسلسل بھی صحابہ کے زمانے سے چلا آرہا تھا۔ حضور ﷺ کے چچا کے بیٹے ابن عباس کسی صحابی سے کوئی حدیث حاصل کرنے جاتے تو جا کر اس کے دروازے پر بیٹھ رہتے۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹانا بھی ادب کے خلاف سمجھتے اور جب وہ صحابی خود ھی کسی کام سے باہر نکلتے تو ان سے حدیث پوچھتے اور اس دوران سخت گرمی میں پسینہ بہتا رہتا، لو چلتی رہتی اور یہ برداشت کرتے رہتے۔ وہ صحابی شرمندہ ھوتے اور کہتے کہ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے ہیں آپ نے مجھے بلا لیا ھوتا تو یہ کہتے کہ میں شاگرد بن کے آیا ھوں، آپ کا یہ حق تھا کہ میں آپ کا ادب کروں اور اپنے کام کے لیے آپ کو تنگ نہ کروں۔ کتنی ھی مدت ھمارے نظام تعلیم میں یہ رواج رہا (بلکہ اسلامی مدارس میں آج بھی ھے) کہ

ہر مضمون کے استاد کا ایک کمرہ ھوتا، وہ وہیں بیٹھتا اور شاگرد خود چل کر وہاں پڑھنے آتے جب کہ اب شاگرد کلاسوں میں بیٹھے رہتے ہیں اور استاد سارا دن چل چل کر ان کے پاس جاتا ھے۔

استاذ کا ادب ہی نہیں بلکہ آلات علم کا بھی ادب ہے، اس کا ادب بجالانا بھی انسان کے لئے ساری زندگی خیر وبرکت کا باعث ہوتا ہے

امام احمد بن حنبلؒ نہر پر وضو فرمارھے تھے کہ ان کا شاگرد بھی وضو کرنے آن پہنچا، لیکن فوراہی اٹھ کھڑا ھوا اور امام صاحب سے آگے جا کر بیٹھ گیا۔ پوچھنے پر کہا کہ دل میں خیال آیا کہ میری طرف سے پانی بہہ کر آپ کی طرف آرہا ھے۔ مجھے شرم آئی کہ استاد میرے مستعمل پانی سے وضو کرے۔

اپنے سگے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا میں؟ (عمر پوچھنا مقصود تھا) کہا یارسول اللہ ﷺ بڑے تو آپ ھی ہیں البتہ عمر میری زیادہ ھے۔

مجدد الف ثانیؒ رات کو سوتے ھوئے یہ احتیاط بھی کرتے کہ پاں استاد کے گھر کی طرف نہ ھوں اور بیت الخلا جاتے ھوئے یہ احتیاط کرتے کہ جس قلم سے لکھ رہا ھوں اس کی کوئی سیاھی ہاتھ پر لگی نہ رہ جائے۔ ادب کا یہ انداز اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

ہر رشتہ کا ادب بجالائے:

ہر رشتے کے ساتھ ادب سے پیش آنے والا بانصیب اور ادب سے پیش نہ آنے والا بے نصیب ٹھہرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی بزرگ ہو سب کی عزت واحترام نوجوانوں پر لازم ہے۔ خواہ وہ بزرگ، ہمسایہ ہو یا کوئی اور۔

ہمارے بزرگوں میں ماں باپ، دادادادی، نانانانی سے لے کر ہر وہ رشتہ شامل ہے جس نے آدمی سے انسان بننے میں مدد کی ہو۔ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر دل میں اللہ تعالی کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہوتی اور اعمال واخلاق درست ہونے لگتے ہیں اور انسانیت سے پیار ہونے لگتا ہے۔

بزرگوں کے بغیر اصلاح ممکن نہیں مشکل ضرور ہے۔ بزرگوں کی دعائوں میں بڑا اثر ہوتا ہے۔ ہم اگر اپنے ارد گرد نظر ڈالیں تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ جو شخص بھی بزرگوں کی عزت واحترام کرتا ہے اس کو دنیا کی تمام نعمتیں ملتی ہیں۔ ادب ہی کی وجہ سے وہ دنیا میں کامیابی کی منازل طے کرتا ہے اور خوشحال زندگی بسر کرتا ہے۔ معمر افراد کا وجود معاشرے کے لئے باعث برکت اور صحت مند روایات کی اساس ہے، مگر افسوس نوجوانوں کا بزرگوں کے ساتھ ناروا سلوک دیکھ کر نہایت دکھ ہوتا ہے۔

مسلمان تہذیبوں میں یہ معاملہ صرف والدین اور استاد تک ھی محدود نہ تھا بلکہ باقی رشتوں کے معاملے میں بھی ایسی ہی احتیاط کی جاتی تھی۔ وہاں چھوٹا، چھوٹا تھا اور بڑا، بڑا۔ چھوٹا عمر بڑھنے کے ساتھ بڑا نہیں بن جاتا تھا بلکہ

چھوٹا ہی رہتا تھا۔ ابن عمر جا رہے تھے کہ ایک بدو کو دیکھا۔ سواری سے اترے، بڑے ادب سے پیش آئے اور اس کو بہت سا ہدیہ دیا۔ کسی نے کہا کہ یہ بدو ہے تھوڑے پہ بھی راضی ہو جاتا آپ نے اسے اتنا عطا کر دیا۔ فرمایا کہ یہ میرے والد صاحب کے پاس آیا کرتا تھا تو مجھے شرم آئی کہ میں اس کا احترام نہ کروں۔ اسلامی تہذیب کمزور ہوئی تو بہت سی باتوں کی طرح حفظ مراتب کی یہ قدر بھی اپنی اھمیت کھو بیٹھی۔ اب برابری کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور بچے ماں باپ کے برابر کھڑے ہوگئے اور شاگرد استاد کے برابر۔ جس سے وہ ساری خرابیاں در آئیں جو مغربی تہذیب میں موجود ہیں۔ اسلام اس مساوات کا ہرگز قائل نہیں کہ جس میں ابو بکر اور ابو جہل برابر ہو جائیں۔ ابو بکر ابو بکر رہیں گے اور ابو جہل ابو جہل رہے گا۔ اسی طرح استاد، استاد رھے گا اور شاگرد، شاگرد۔ والد، والد رہے گا اور بیٹا، بیٹا۔ سب کا اپنا اپنا مقام اور اپنی اپنی جگہ ہے ان کو ان کے مقام پر رکھنا اور اس کے لحاظ سے ادب و احترام دینا ہی تہذیب کا حسن ہے۔ مغربی تہذیب کا مسلمان معاشروں پہ سب سے بڑا وار (شاید) اسی راستے سے ہوا ہے جب کہ مسلمان عریانی اور فحاشی کو سمجھ رہے ہیں۔ عریانی اور فحاشی کا برا ہونا سب کو سمجھ میں آتا ہے اس لیئے اس کے خلاف عمل کرنا آسان ہے جب کہ حفظِ مراتب اور محبت کے آداب کی اہمیت کا سمجھ آنا مشکل ہے اس لیئے یہ قدر تیزی سے رو بہ زوال ہے۔

اکثر بزرگ بڑھاپے میں اولڈ ایج ہوم کا سہارا لیتے ہیں۔ ادھر بڑی تعداد میں بزرگ نظر آئیں گے۔ آج جو نوجوان ہیں کل ان پر بھی بڑھاپا آئے گا، معمر افراد بھی قوم کا سرمایہ ہیں۔ ان کے تجربات نوجوانوں کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں۔ اس طرح کہ ان کی زندگی کے تجربات نوجوانوں کو منتقل ہوتے ہیں۔ بزرگ ہمارے لئے باعث رحمت و برکت ہیں اور گھر میں کسی بزرگ کی موجودگی ایک انعام کی مانند ہے۔ چھوٹوں کے لئے سراپا محبت تو ہیں ہی لیکن ان کا تجربہ ہمارے لئے کسی خزانے سے کم نہیں۔ نوجوان زندگی کے ہر معاملے میں والدین، اساتذہ کے علاوہ ان سے بھی رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں۔ بزرگوں کے تجربات کی روشنی میں ان کے پاس ہر مسئلے کا حل ہوتا ہے۔ بزرگوں کی باتوں پر اہمیت اور توجہ دیں۔

گفتگو میں ادب بڑے خیر کا باعث:

ادب و احترام کے ساتھ ساتھ اپنی گفتگو پر بھی دھیان دینا چاہئے کیونکہ گفتگو ہی ایسا ذریعہ ہے جس سے کسی کے ذہنی معیار، قابلیت اور شخصیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ تمام لوگوں سے گفتگو کا اسلوب شائستہ، مہذبانہ، متوازن اور شیریں رکھیں۔ غیر شائستہ گفتگو منفی سوچ اور طرز عمل انسان کو ذہنی مریض بناتی ہے، مایوسی پیدا ہوتی ہیں، زندگی میں مثبت رویے اور مثبت سوچ اعلی اخلاقی کردار کو تخلیق کرتی ہے۔ اچھے رویے کی بدولت نہ صرف آپ گھر، معاشرے کو مثبت تبدیلی کی طرف لے جاتے ہیں؛ بلکہ قومی سطح پر ایک باوقار رویہ اپنانے سے ملک کی ترقی میں

قابل ذکر کردار ادا کرسکتے ہیں۔ نوجوان نسل معاشرے کے ہر فرد سے پیار کرے اور انسانیت کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔ بزرگوں، والدین، اساتذہ کی خدمت ہی اصل عبادت ہے۔

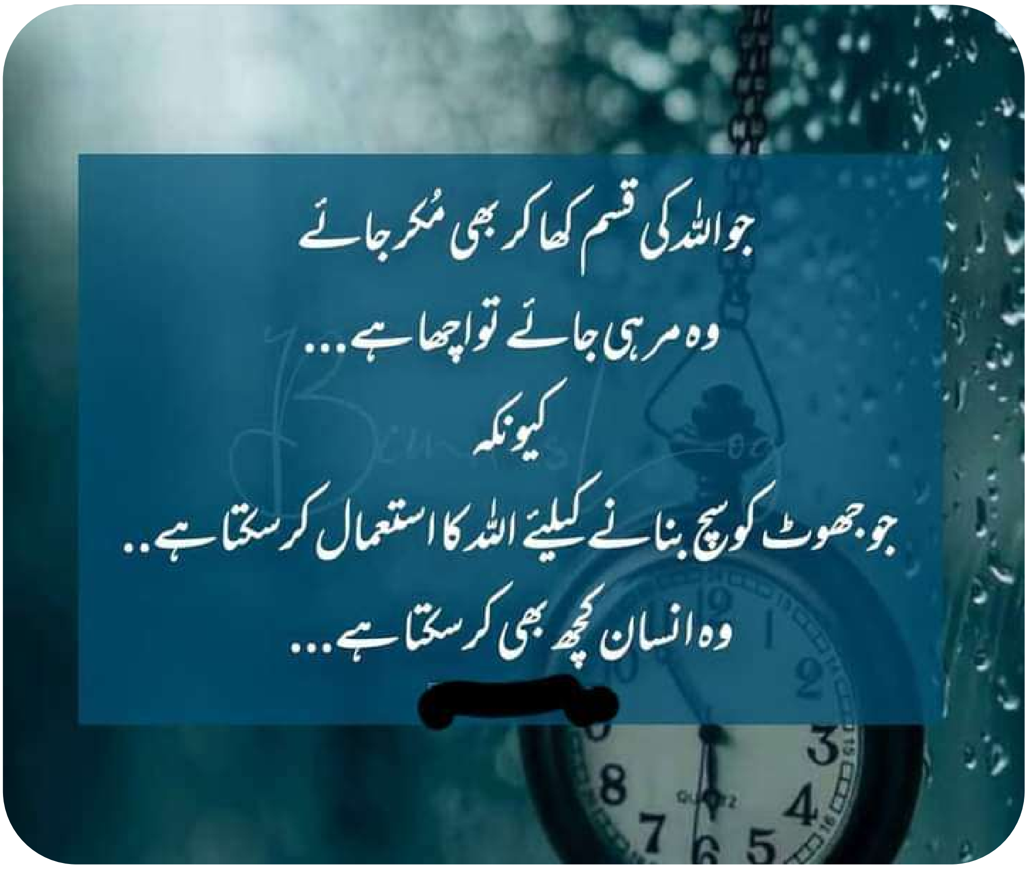

احتیاط لازم ہے

ماحول موسم اور معمولات انسانی زندگی کو ہمیشہ سے متاثر کرتے آئے ہیں۔ موسم خواہ کوئی ہو اس کے اپنے تقاضے ہوا کرتے ہیں۔ یوں تو ہر موسم کے اثرات بد سے بچاؤ ضروری ہوتا ہے لیکن برسات کے موسم کی الجھنوں اور خطرات سے بچنا از حد لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس موسم میں ذرا سی لاپرواہی ہمیں موت کے منہ میں دھکیل سکتی ہے۔ بارشوں کے ٹھہرے ہوئے پانی کی سڑن، بو او تعفن انسانی صحت کے لیے کافی مضر ثابت ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مچھر اور مکھیاں امراض سے آلودہ جراثیم وائرس اور بیکٹیریاز کو انسانوں میں منتقل کرنے کا کردار بخوبی نبھاتے ہیں۔ موسم برسات میں موسمی اور وبائی امراض کے حملہ آور ہونے کے خطرات اور بھی بڑھ جاتے ہیں۔ پانی جو کہ ہر ذی روح کی پہلی اور بنیادی

ضرورت مانی جاتی ہے اگر اس کے استعمال میں ہے توجہی برتی جائے تو فوڈ پوائزنگ، اسہال، ہیضہ اور پیچش جیسے موذی اور مہلک امراض حملہ آور ہو کر زندگی کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ انتڑیوں میں انفیکشن کی کیفیت پیدا ہو کر سوزشی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ ہلکی سی غذائی بد احتیاطی سے ہی فوڈ پوائزنگ پیچش، اسہال اور ہیضہ جیسے عوارض لاحق ہونے کے امکانات میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔ موسمی اور وبائی امراض کے پھوٹنے کی ایک بڑی وجہ فضائی آلودگی بھی ہوتی ہے جو خورونوش کی اشیاء کو جراثیم، وائرس اور بیکٹیریاز سے آلودہ کر دیتی ہے۔ جراثیم وائرس اور بیکٹیریاز کو ایک جگہ سے دوسری جگ منتقل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ مکھیاں ہیں۔ یوں زہریلے جراثیم، وامرس اور بیکٹیریاز غذا کے رستے معدے میں جا کر فوڈ پوائزنگ کا باعث بن جاتے ہیں فوڈ پوائزنگ سے ہی ہیضہ پیچش اور اسہال جیسے موذی اور مہلک امراض کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ہیضہ اور اسہال دو ایسے جان لیوا مرض ہیں اگر ان کے علاج معالجے میں ہلکی سی کوتاہی کا مظاہرہ کیا جائے تو انسان جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اسہال اور قے آنے کی علامات بالخصوص برسات کے موسم میں اس طرح کی کسی بھی علامت کو معمولی ہرگز خیال نہیں کیا جانا چاہیے۔ بلکہ قبل از وقت مرض سے بچاؤ کے اقدامات پر عمل پیرا ہو کر ان کے حملے سے بچنے کی تدابیر کر لینی چاہیں۔ موسم برسات دیگر موسموں کی نسبت زیادہ تکلیف دہ اور خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ اس میں عام طور پر معدہ اور انتڑیوں کے امراض وبائی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ ان امراض کا اگر مناسب اور بروقت علاج نہ کیا جائے تو یہ جان لیوا بھی ثابت سکتے ہیں۔ مذکورہ امراض میں سے فوڈ پوائزنگ ایک ایسا مرض ہے جو ہلکی سی بے احتیاطی اور لاپرواہی سے ہی حملہ آور ہو کر نہ صرف انسانی صحت کو خطرے میں ڈال دیتا ہے بلکہ ہیضہ اور اسہال جیسے موذی امراض کے حملے کی راہ بھی ہموار کرتا ہے۔ فوڈ پوائزنگ یا غذائی تعفن کو غذا سے پیدا ہونے والی بیماری

کہا جا سکتا ہے۔ یہ حفظان صحت کے اصولوں سے روگردانی کرتے ہوئے ناقص اور آلودہ خوراک کھانے کے نتیجے میں معدے اور انتڑیوں میں خرابی پیدا ہونے سے رونما ہوتی ہے۔ اس بیماری کا سبب بننے والے عام اسباب کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے بیکٹیریاز، وائرس، جراثیم اور طفیلیے شامل ہوا کرتے ہیں بعض اوقات غذا میں شامل کیمیائی اجزا زہریلے ہو کر فوڈ پوائزنگ کا باعث بھی بن جایا کرتے ہیں لیکن ایسا کبھی کبھار بھی ہوا کرتا ہے۔ مرض پیدا کرنے والے ذرائع خوراک کو پکانے یا تیار کرنے کے دوران کسی وقت بھی آلودہ کر سکتے ہیں۔ ایسا عام طور پر غذا کو نامناسب طریقے سے پکاتے ہوئے یا غیر محفوظ طرز پر رکھی گئی حالت میں ہوتا ہے۔ آلودہ اور ناقص غذا کھانے کے بعد فوڈ پوائزنگ کا دارومدار غذائی تعفن کی شدت قوت مدافعت اور آپکی عمر و بدنی حالت پر ہوتا ہے۔ جو آدمی جس قدر کمزور قوت مدافعت کا حامل ہوتا ہے وہ اس قدر جلد مرض کی لپیٹ میں آجایا کرتا ہے۔

مرض کی علامات:

جس قدر غذا میں زہریلے اجزاء شامل ہوتے ہیں اسی قدر فوڈ پوائزنگ کا عمل جلد ہوتا ہے۔ عام طور پر اس مرض کی درج ذیل علامات رونما ہو کر مریض کو پریشان کرتی ہیں متلی، قے، پتلے پاخانے، پیٹ درد مروڑ بھوک کی کمی، تھکاوٹ اور بخار وغیرہ۔ یاد رہے ضروری نہیں کہ یہ علامات فوڈ پوائزنگ کے فوراً بعد شروع ہو جائیں بلکہ یہ چند گھنٹوں وقفے سے لیکر 10 دن تک کے دورانیے میں کسی وقت بھی سامنے آسکتی ہیں۔ اس موذی مرض کو پیدا کرنے والے خوردبینی اجسام (جراثیم، بیکٹیریاز، وائرس طفیلیے) ہوا مٹی، پانی انسانی اور حیوانی فضلات میں حتیٰ کہ ہر جگہ اور ہر وقت پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ہماری کھائے جانے والی غذا میں بھی غیر محسوس طریقے سے پروان چڑھتے ہیں کیونکہ یہ بے رنگ، بے بو اور ساخت سے پاک ہوتے ہیں۔ ہم خوراک کو حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق استعمال کر کے ہی ان خوردبینی انسان دشمن اجسام کے حملوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

احتیاطی تدابیر:

ماہرین کے مطابق فوڈ پوائزنگ اور دیگر وبائی بیماریوں سے بچاؤ اور انتڑیوں کے امراض سے محفوظ رہنے کے لیے ضروری ہے احتیاط کا دامن سختی سے تھاما جائے۔ کچن میں مکمل اور بہترین صفائی رکھی جائے تمام استعمال کی چیزیں احتیاط سے صاف کی جائیں۔ برتنوں کو گرم پانی سے دھو کر مکھیوں سے بچا کر رکھا جائے۔ کوڑے والی ٹوکری کو صاف اور ڈھانپ کر رکھا جائے۔ گوشت و غیرہ فرج میں کچا نہ رکھا جائے اسی طرح گوشت پکاتے وقت خصوصی طور پر دھیان رکھا جائے کہ بیکٹیریا وغیرہ مر جائیں۔ کھائے جانے والی تمام کچی اور پکی غذاؤں کو مکھیوں کی پہنچ سے دور رکھا جائے۔ سالن وغیرہ تازہ ہی استعمال کیا جائے۔ رات کی باسی خوراک میں جراثیم شامل ہو جانے سے نظام انہضام کو بگاڑ دیتی ہے۔ برتنوں کو اچھی طرح سے دھو کر خشک ہونے پر استعمال میں لائیں۔ پھلوں کو کھانے اور سبزیوں کو پکانے سے پہلے بہتے پانی سے دھو لینا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ممکنہ حد تک

بازاری کھانوں، ریڑھی بانوں کی چٹخارے دار غذاؤں جیسی سموسے، پکوڑے، چپیں، وہی پڑے، آلو چنے اور فروٹ چاٹ وغیرہ سے دور رہا جائے۔ المختصر یہ کہ سڑک کنارے، چوراہوں اور گردوغبار سے آلودہ غذائیں بھی فوڈ پوائزنگ اور گیسٹرو جیسے امراض کی فیکٹریاں ہیں۔ دودھ کی لسی اور دیگر مشروبات کو بھی ترک کر دینا چاہیے۔ صرف چاٹی کی لسی میں نمک ملا کر (ہائی بلڈ پریشر والے افراد اپنے معالج کی ہدایات پر عمل کریں) یا پھر لیموں کی نمکین شکنجبین کا استعمال بھی موسم برسات میں فوائد کثیر کا حامل ہوتا ہے۔ پیاز کو بطور سلاد سرکے میں تر کر کے یا پیاز پر لیموں کا رس نچوڑ کر کھانا بھی فوڈ پوائزنگ سے بچاؤ کا قدرتی ذریعہ ہے۔ یاد رہے پیاز کی ناخوشگوار بو کو زائل کرنے کے لیے پیاز کھانے کے بعد سبز وضیا کے پتے چبانا مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح پودینہ، انار دانہ سبز مرچ لہسن اور سبز دھنیے کی چٹنی کو بھی کھانے کا لازمی حصہ بنائیں۔ اگر ہو سکے تو سبز مرچ کو بطور سلاد استعمال میں لائیں یہ ہیضے، اسہال اور فوڈ پوائزنگ سے محفوظ رہنے کا قدرتی راستہ ہے۔ پانی صاف اور ابال کر پیا جائے۔ پانی فلٹر کیا ہوا استعمال کیا جائے یا پانی کو مفید بنانے اور جراثیم سے پاک کرنے کے لیے تھوڑی سی پھٹکری اس میں شامل کر لینی چاہیے۔ اسی طرح کلوربین کی مخصوص مقدار بھی پانی کی کثافت کو دور کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ ہمیشہ کھانا کھانے سے پہلے اور ٹائلٹ جانے کے بعد ہاتھ اچھی طرح صابن سے دھوئیں۔ ناخنوں کو صاف اور بالوں کو کھانے سے دور رکھیں۔

گھریلو تراکیب:

بدہضمی سے نجات کے لیے پودینہ، انار دانہ اور سونٹھ ہم وزن سفوف بنا کر آدھی چمچی سادہ پانی کے ایک گھونٹ سے دن میں تین بار استعمال کریں۔ بفضل خدا فوری افاقہ ہو گا۔ اگر پیچش اور اسہال کی علامات بھی ظاہر ہونے لگیں تو چاول ابال کر (پچ سمیت) وہی ملا کر کھانا نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ٹھنڈے پانی سے نہانا بھی اسہال دور کرنے میں معاون بنتا ہے۔ چھلکا اسبغول کی ایک چمچی دہی میں شامل کر کے استعمال کرنے سے بھی پیٹ کے جملہ امراض سے نجات دلاتا ہے۔ وہی اور کیلا باہم مکس کر کے کھانے سے بھی پیچش اور اسہال کے امراض سے افاقہ ملتا ہے۔

طبی تراکیب:

اگر گھریلو تراکیب سے بھی اسہال اور پیچش سے افاقہ میسر نہ آئے تو درج ذیل طبی تراکیب اپنائیں انشاءاللہ خاطر خواہ افاقہ ہو گا۔ گلنار 5 گرام، پوست انار 5 گرام مصری 5 گرام کا سفوف بنا کر اسے 2 گرام کی خوراک عرق پودینہ کے ساتھ استعمال کریں۔ فلفل سیاہ 5 گرام، زنجبیل 5 گرام نوشادر ٹھیکری 5 گرام گیرد 5 گرام۔ تمام اجزا کا سفوف بنا کر بڑے افراد 2 گرام اور کم عمر 1 گرام پانی سے کھا کر چائے کے دو چار گھونٹ پی لیں۔ اسہال اور پیچش کے عوارض سے نجات مل جائے گی۔ اس کے علاوہ طبی دواساز اداروں کی تیار کردہ بہترین نتائج کی حامل ادویات بازار میں سہولت دستیاب ہیں۔ بچوں میں ہیضے اور اسہال کی علامات کی صورت میں درج ذیل طریقوں کو اپنائیں:۔ سونف 1 گرام، پودینہ 1 گرام، لونگ 1 عدد اور چینی 5 گرام کو باہم جوش دیکر چھان لیں۔ ٹھنڈا ہونے پر وقفے وقفے سے حسب عمر پلائیں۔ زہر مہرہ خطائی 1 ملی گرام، طباشیر 1 ملی گرام، نارجیل دریائی 1 ملی

گرام کو عرق کیوڑہ میں حل کر کے شربت انار ملا کر بچے کو پلائیں۔ دھیان رہے مذکورہ اوزان کی صرف ایک خوراک ہی بنائی جائے۔ بفضل خدا بچہ ہیضے اور اسہال کے اثرات بد سے محفوظ ہو جائے گا۔ نوٹ: مرض کی علامات بر قرار رہنے کی صورت میں کسی مستند معالج سے رجوع کریں۔

غذائی پرہیز:

تلی اور بھنی ہوئی غذاؤں سے پرہیز کیا جائے ثقیل، نفاخ، دیر ہضم اور بادی اشیاء سے بھی دور ہی رہا جائے تو بہتر رہو تا ہے۔ گوشت کڑاہی اور مرغ مسلم وغیرہ جیسی خوراکوں سے احتراز بر تا جائے۔ چاول اور دال چنا کو باسی حالت میں کھانے سے بچا جائے۔ تربوز اور چاول ایک ساتھ ہرگز استعمال نہ کیے جائیں۔ تربوز کھانے کے بعد شربت وغیرہ پینے سے بھی گریز کیا جائے۔ مرض کے وبائی دنوں میں احتیاطی تدابیر پر سختی سے عمل کیا جائے۔ پانی صاف اور ابلا ہوا پیا جائے۔ فوڈ پوائزنگ، ہیضہ، اسہال اور پیچش کے وبائی ایام میں دست آور ادویات کا ہرگز استعمال نہ کیا جائے اگر بہت ضروری ہو تو صرف ملین یعنی پیٹ کو ہلکا نرم کرنے والی ادویات لی جانی چاہیں۔ رہائشی جگہوں کو صاف ستھرا اور ہوادار رکھا جائے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر پانی میں پودینہ کے پتے پکا کر یا عرق گلاب ملا کر پانی پیا جائے۔ سبز مرچ سبز پودینہ اور پیاز بطور استعمال لازمی استعمال کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ مندرجہ بالا معروضات پر عمل پیرا ہو کر لا تعداد جسمانی اور ذہنی الجھنوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔

ایک زمانہ تھا۔۔۔۔۔

ایک زمانہ تھا کہ عورت ان پڑھ تھی اوپر سے بچوں کی کثیر تعداد ساس سسر کے ساتھ ساتھ نندوں اور دیوروں کی کفالت اس کی ذمہ داریوں میں شامل تھی۔۔۔۔۔اور پھر اسے ایک عجیب الفطرت مرد بطور مجازی خدا اسے برداشت کرنا پڑتا تھا۔ مگر اس سب کے باوجود وہ محفوظ تھی پر سکون تھی اور ڈھلتی عمر کے ساتھ ساتھ وہ ایک رہنما اور سرپنچ کے عہدے تک پہنچ جاتی تھی سارا دن گھر داری میں گزارنے والی کو محلے کی عورتوں کے علاوہ کسی سے تعلق نہ ہوتا تھا۔

پھر زمانہ جدید ہوا عورت کو اپنے مقام کا احساس ہوا اور وہ آزاد ہونے لگی سسرال تو بہت بعید اسے خاوند کی خدمت بھی ایک بوجھ لگنے لگی اور اسی کے نام پر علیحدہ گھر کے مطالبات ہونے لگے۔۔۔۔۔۔پھر اس دور میں دو بچوں کی ماں آشنا کے ساتھ فرار، عاشق کے کہنے پر اپنے بچوں کو قتل کرنے والی عورت، شوہر کے مظالم کی شکار عورت منظر عام پر آنے لگی پھر زمانے نے مزید ترقی کرلی اور اس سے بھی چند قدم آگے جا کر اب عورت مکمل آزاد ہے تعلیم یافتہ ہے اور اپنی زندگی جی رہی ہے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جارہا ہے کہ عورت بینک، شاپنگ مال، آفس، ریسپشن، بس ہوسٹس، موبائل فون سم سیل کرنے کے لیے سڑکوں پر اسٹال پر اور کئی ایسی جگہوں پر ملازمت کرتی دکھائی دی جارہی ہے جہاں اس کی موجودگی ہی سمجھ سے باہر ہے۔ خیر عورت کو ترقی کرنی چاہیے ضرور کرنی چاہیے ہم اس کے خلاف نہیں ہیں مگر عورت کی ایسی ترقی کا سب سے بڑا نقصان مرد کی تنزلی کی صورت میں ہو رہا ہے۔ جہاں کہیں ملازمتیں کھلتی ہیں وہاں مرد کے پاس دکھانے کو صرف اپنی تعلیمی دستاویزات ہوتی ہیں جبکہ عورت کے پاس۔۔۔اور بہت کچھ اور وہ ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ نتیجہ مردوں کی اکثریت بے روزگار ہو رہی ہے !!!!!دوسرا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ عورت جتنی زیادہ تعلیم یافتہ ہوتی جارہی ہے اس کے رشتے کا مقابل مرد تلاش کرنا اتنا مشکل ہوتا جارہا ہے کہ مردوں کی اکثریت ماسٹر ڈگری وہ بھی فارمل ایجوکیشن کے ساتھ کرنے کے بعد ملازمت ڈھونڈنے میں مگن ہو جاتی ہے۔۔۔اب اگلا قدم یہ ہوگا کہ عورت ہی ملازمت کر کے گھر کی کفیل ہوا کرے گی جبکہ مرد مکمل فارغ یا پھر کسی چھوٹی موٹی ملازمت سے بس زندگی کو دھکا دینے کی ناکام کوشش کرتا ہوا نظر آئے گا یہ تو اچھا ہو الیکٹرانک میڈیا کا جس نے ابھی سے مستقبل کی تیاری شروع کر دی ہے ایک اشتہار میں ایک عورت اپنے دفتر سے ویڈیو کال میں گھر بیٹھے بچے کو آآآآآں ں ں کی آواز نکال کے بچے کو منہ کھلنے کو کہتی ہے اور بچہ منہ کھولتا ہے تو اس بچے کا باپ وہ نوالہ اس کے منہ میں ڈالتا ہے، ایک اشتہار میں گھر بیٹھی ماں اپنی جوان بیٹی کا انتظار کر رہی ہوتی ہے جو رات کے دس بج کر دس منٹ پر گھر پہنچ کر ماں کو چائے بنا کر دیتی ہے۔ ہر دوسرے اشتہار میں عورت بطور ملازم دکھائی جانے لگی ہے اس کا بنیادی مقصد صرف یہ

★

ہے کہ ملازمت کرنا اور گھر چلانا عورت کا کام ہے۔ مرد شاید صرف بچے پیدا کرنے کے لیے رہ جائیں۔۔۔۔۔۔۔اور شاید عنقریب یورپ کی طرح بچوں کا سیاپا ہی ختم ہو جائے گا۔

ملک میں جس طرح کے قوانین بنائے جا رہے ہیں شادی کا سیاپا بھی ختم ہی سمجھو بس گرل فرینڈ بوائے فرینڈ کلچر ڈیولپ کیا جا رہا ہے نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری کیوں کہ جب مرد کی انکم بڑھتی ہے تو وہ اسے اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے اور عورت کی انکم بڑھتی ہے تو وہ سوچتی ہے کہ میں اب تنہا بھی رہ سکتی ہوں۔ عورت کی اس طرح کی آزادی ہمارے خاندانی نظام کے لیے بڑی خطرناک ہے۔ بچے کے گرنے پر ماں کا میں صدقے کہہ کر لپکنا، بچے کی ہر آہٹ پر بے چین ہو جانے والی ماں، بڑی عمر کے بچوں کے لئے فکر مند ماں، وہ سب کی پسند ناپسند کا خیال کر کے ہانڈی پکانے والی ماں، قصے کہانیاں اور لوری سنا کر سلانے والی ماں، غلط کاموں پر ڈپٹنے اور چپلیں پھینک کر ڈرانے والی ماں، اپنی اولاد کی پرورش میں گم صم رہنے والی، پر اپنی ہی اولاد میں کیڑے نکالنے اور نکتہ چینیاں کر کے دل ہی دل میں خوش ہونے والی ماں۔۔۔۔۔۔۔اب اگلی نسل کو شاید نصیب ہی نہ ہو کہ سارا دن کی تھکی ہاری عورت رات کو کیا کیا کرے گی۔ بچے سنبھالے گی، گھر سنبھالے گی، شوہر سنبھالے، کہ رات کو آرام کرے گی تاکہ صبح تازہ دم ہو کر ملازمت کی ذمہ داری سنبھال سکے۔ ہسپتال، اسکول، پولیس جیسی ضروری جگہوں پر تو عورت کا وجود نعمت سے کم نہیں مگر بلدیہ جیسے محکمہ اور پرائیویٹ اداروں کے استقبالیہ، شاپنگ مالز میں، جینٹس پروڈکٹ شاپ اور اس جیسی لاتعداد جگہوں پر عورت کی موجودگی ہمارے مشرقی نظام کے لیے ایٹم بم ہے اور ہمارے اخلاقی نظام کا دیوالیہ نکالنے کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالی نے کمانے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور عورت کائنات کی انتہائی قیمتی نعمت ہے جسے اللہ تعالی نے چھپا کر رکھنے کا حکم دیا ہے کہ اس نے آنے والی نسلوں کے بنیادی تربیت کرنی ہے اگر عورت اللہ کے حکم کو توڑ کر گھر سے نکلتے مرد کی ذمہ داری اپنے سر لیتی ہے تو وہ بہت نقصان اور گھاٹے کا سودا کرتی ہے کیونکہ عورت کی آزادی دراصل مرد کی عورت تک پہنچنے کی آزادی ہے۔ جب مرد کی پہنچ آسانی سے عورت تک ہو جائے گی تو پھر ایکسیڈینٹ ہی ہوں گے۔ یاد رہے کہ ہمارے لیے خیر صرف اور صرف اللہ تعالی کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہے۔ اللہ تعالی کے احکامات کو نظر انداز کرنے اور من مرضی کرنے سے صرف اور صرف شر برآمد ہو گا یہ بھی یاد رہے کہ دین اسلام مکمل ہونے کے بعد ساری دنیا کا خیر و شر اسی سے منسلک ہے اگر کوئی مسلم یا غیر مسلم دین اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہو گا تو اسے خیر ملے گا مسلم کو دنیا و آخرت دونوں کا اور غیر مسلم کو صرف دنیا کا خیر ملے گا اور دین اسلام کے اصولوں کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی کے اصولوں پر عمل کرنے والے کو ہمیشہ سے شر ملے گا چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم لہذا خیر صرف دین اسلام کے قانون و ضوابط جواب میں ہی ہے اور شر دین اسلام کے ترک کرنے میں ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

★

انٹرویو

وہ دھم سے آکر بس کی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کی سانسیں پھولی ہوئی اور جسم پسینے میں شرابور تھا۔ شاید بس کو پکڑنے کے لیے اسے کافی دور تک بھاگنا پڑا تھا۔ اس کی عمر بیس سے پچیس کے درمیان تھی۔ کچھ دیر بعد جب اس کے اوسان کچھ بحال ہوئے تو اس کے کانوں سے ایک دھیمی آواز ٹکرائی: "خیریت تو ہے بیٹا؟"

اس نے ساتھ والی سیٹ کی جانب دیکھا تو ایک ادھیڑ عمر شخص، جس کی گود میں بریف کیس رکھا ہوا تھا سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا: "آپ بھاگتے بھاگتے بس میں سوار ہوئے ہیں۔

یقیناً آپ کو جلدی میں گھر سے نکلنا پڑا ہو گا، کیوں کہ اگر کوئی طے شدہ پروگرام ہوتا تو آپ دس، پندرہ منٹ پہلے اسٹاپ پر آجاتے۔" ان صاحب کے لہجے میں نرمی اور فکر مندی ظاہر ہو رہی تھی۔

"بات یہ ہے کہ نوکری کے لیے آج میرا انٹرویو ہے۔

مون اسٹار کمپنی جانا ہے جو آفتاب منزل کے اسٹاپ پر ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی جگہ قسمت آزما چکا ہوں، مگر ہمیشہ نتیجہ " ڈھاک کے تین پات" کی طرح نکلتا ہے، مگر آج یقین ہے کہ سرخ رو ہو ہی جاوں گا، کیوں کہ آج جہاں انٹرویو ہے وہاں بہت سی اسامیاں خالی ہیں۔

آخر کہیں نہ کہیں تو منتخب ہو ہی جاؤں گا۔" اس نے جواب دیتے ہوئے ایک لمبی سے انگڑائی لی اور ساتھ ہی سگرٹ سلگالی۔

ساتھ والے صاحب نے خیرت سے پوچھا: "تو آپ سگرٹ بھی پیتے ہیں؟"

سگرٹ تو میں بہت شوق سے پیتا ہوں۔

"اس نے ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی، پھر ان صاحب نے پوچھا: "کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

اس نے طنزیہ بھرے لہجے میں کہا: "میرا نام کامران عرف فسادی ہے۔"

"فسادی!" ساتھ والے صاحب نے نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔

"جی ہاں فسادی، یعنی دو جگری دوستوں کو آپس میں لڑانا، بھائی کو بھائی سے جدا کرنا، ایک دوسرے کے خلاف لوگوں کے کان بھرنا میرا بہترین مشغلہ ہے جس کی وجہ سے محلے بھر میں فسادی کے نام سے مشہور ہوں۔"

"اوہ۔۔۔ یہ تو بہت بُری بات ہے بیٹا!" ساتھ بیٹھے صاحب نے افسوس بھرے لہجے میں کہا: "اس سے تو۔۔۔"

وہ آگے کچھ کہنا چاہتے تھے اس نے بات کاٹتے ہوئے لہجے میں ناگواری سموتے ہوئے کہا: "محترم! تقریر مسجد میں کی جاتی ہے یا جلسے میں، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ اس وقت بس میں موجود ہیں۔"

★

وہ صاحب سٹپٹا کر رہ گئے، مگر تحمل سے کام لیتے ہوئے دوبارہ بولے: "آپ اپنی تعلیم کے متعلق کچھ بتانا پسند کریں گے ؟"
"ویسے تو "ایم اے" اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ لکھنا تو دور کی بات کوئی چیز پڑھتے ہوئے بھی نانی یاد آجاتی ہے۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایم اے پاس ہو کر پڑھنا تک نہ آئے ؟" ان صاحب نے حیرت سے پوچھا۔
"یہ ساری نقل کی مہربانیاں ہیں جناب! آپ کس دنیا میں رہتے ہیں۔ "اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"اوہ واقعی۔۔۔!" وہ صاحب بے یقینی کے عالم میں بولے۔
یہ سب کچھ بتانے پر بھلا آپ کو کون نوکری دے گا؟"
اس نے زور دار قہقہہ لگایا اور بولا: "میں تو اب تک آپ کو عقل مند سمجھ رہا تھا۔ بھلا کون بے وقوف ہے جو یہ ساری باتیں انٹرویو میں بتائے گا۔ یہ باتیں تو میں نے صرف آپ کو بتائی ہیں، ورنہ انٹرویو کے وقت میری معلومات یہ ہوں گی۔
۔۔کامران خان! انتہائی شریف اور عزت دار لڑکا، جس نے انتہائی محنت اور لگن سے ایم اے اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ سمجھے آپ"!
"چلو، چلو۔۔۔ آفتاب منزل والے گیٹ پر آجاو
"کنڈیکٹر کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور پلک جھپکنے سے پہلے ہی بس سے اُتر آیا۔
اس نے محسوس کیا کہ بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ وہ فوراً ہوٹل میں داخل ہو گیا اور خوب کھا پی کر مون اسٹار کمپنی کی طرف چل دیا، جو چند قدم کے فاصلے پر ہی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ ٹھٹک کر رہ گیا، کیوں کہ ایک ہجوم تھا جس میں کم از کم سو، سوا سو آدمی موجود تھے، چپ چاپ وہ بھی ان میں شامل ہو گیا۔
آخر تین گھنٹے بعد اس کا نمبر آ ہی گیا۔ وہ آگے بڑھا اور ڈرتے ڈرتے اندر داخل ہوا تو چونک اُٹھا۔ اچانک اس کے کانوں سے ایک زور دار آواز ٹکرائی۔ "آپ کا انٹرویو ہو چکا ہے، آپ جا سکتے ہیں۔"
اس نے جو سر اٹھا کر دیکھا تو دھک سے رہ گیا، کیوں کہ انٹرویو لینے والے وہی صاحب تھے، جو بس میں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ وہ شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا اور بے جان قدموں سے کمرے سے نکل آیا۔

★

غزل

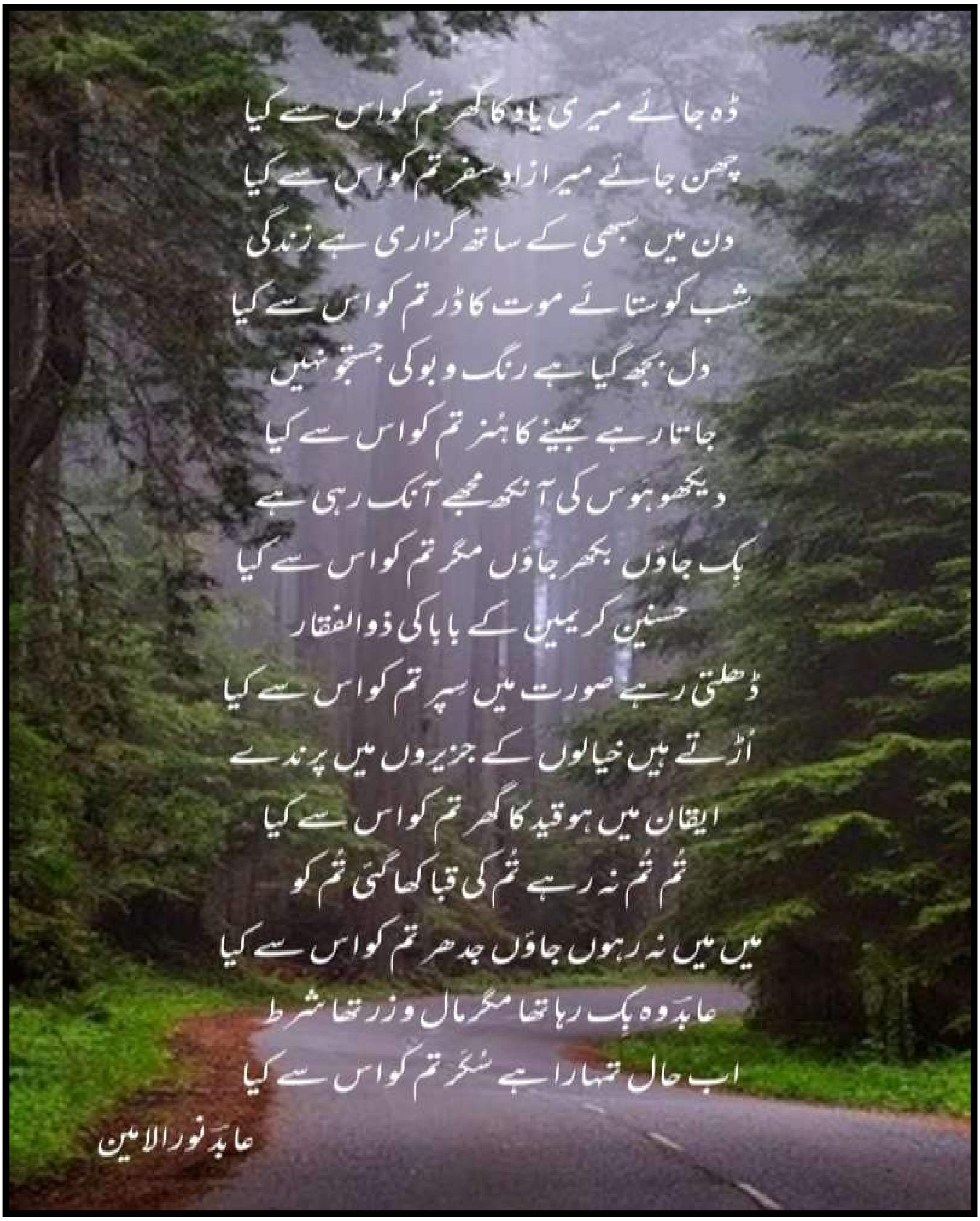

ڈہ جائے میری یاد کا گھر تم کو اس سے کیا
چھن جائے میرا زادِ سفر تم کو اس سے کیا
دن میں سبھی کے ساتھ گزاری ہے زندگی
شب کو ستائے موت کا ڈر تم کو اس سے کیا
دل بجھ گیا ہے رنگ و بو کی جستجو نہیں
جاتا رہے جینے کا ہنر تم کو اس سے کیا
دیکھو ہوس کی آنکھ مجھے آنک رہی ہے
بِک جاؤں بکھر جاؤں مگر تم کو اس سے کیا
حسنین کریمین کے بابا کی ذوالفقار
ڈھلتی رہے صورت میں سپر تم کو اس سے کیا
اُڑتے ہیں خیالوں کے جزیروں میں پرندے
ایقان میں ہو قید کا گھر تم کو اس سے کیا
تُم تُم نہ رہے تُم کی قبا کھا گئی تُم کو
میں میں نہ رہوں جاؤں جدھر تم کو اس سے کیا
عابدؔ وہ بِک رہا تھا مگر مال و زر تھا شرط
اب حال تمہارا ہے سُکر تم کو اس سے کیا
عابدؔ نورالامین

★

شعور و آگہی

ایک دفعہ ایک صحافی اپنے پرانے ریٹائرڈ استاد کا انٹرویو کر رہا تھا اور اپنی تعلیم کے پرانے دور کی مختلف باتیں پوچھ رہا تھا اس انٹرویو کے دوران نوجوان صحافی نے اپنے استاد سے پوچھا سر ایک دفعہ آپ نے اپنے لیکچر کے دوران ان دو الفاظ contact or connection پر بحث کرتے ہوئے ان دو الفاظ کا فرق سمجھایا تھا اس وقت بھی میں کنفیوز تھا اور اب چونکہ بہت عرصہ ہو گیا ہے مجھے وہ فرق یاد نہیں رہا آپ آج مجھے ان دو الفاظ کا مطلب سمجھا دیں تاکہ مجھے اور میرے چینل کے ناظرین کو آگاہی ہو سکے۔۔۔

استاد مسکرایا اور اس سوال کے جواب دینے سے کتراتے ہوئے صحافی سے پوچھا:

کیا آپ اسی شہر سے تعلق رکھتے ہیں۔۔۔؟

شاگرد نے جواب دیا:

جی ہاں سر میں اسی شہر کا ہوں استاد نے پوچھا آپ کے گھر میں کون کون رہتا ہے۔۔۔؟

شاگرد نے سوچا کہ استاد صاحب میرے سوال کا جواب نہیں دینا چاہتے اس لیے ادھر ادھر کی مار رہے ہیں بہر حال اس نے بتایا میری ماں وفات پا چکی ہے والد صاحب گھر میں رہتے ہیں، تین بھائی اور ایک بہن ہے اور سارے شادی شدہ ہیں۔

ٹیچر نے مسکراتے ہوئے نوجوان صحافی سے پوچھا تم اپنے باپ سے بات چیت کرتے رہتے ہو۔۔۔؟

اب نوجوان کو غصہ بھی آیا اور کہا جی میں باپ سے گپ شپ کرتا رہتا ہوں استاد نے پوچھا یاد کرو پچھلی دفعہ تم باپ سے کب ملے تھے؟

اب نوجوان نے غصے کا گھونٹ پیتے ہوئے کہا شاید ایک ماہ ہو گیا ہے جب میں ابو کو ملا تھا

استاد نے کہا تم اپنے بہن بھائیوں سے تو اکثر ملتے رہتے ہو گے بتاو پچھلی دفعہ تم سب کب اکٹھے ہوئے تھے اور گپ شپ حال احوال پوچھا تھا۔۔۔؟

اب تو صحافی صاحب کے ماتھے پر پسینہ آ گیا اور لینے کے دینے پڑ گیے وہ سوچنے لگا میں تو استاد کا انٹرویو لینے چلا تھا مگر الٹا استاد میرا انٹرویو لینے لگے ہیں۔۔۔

اس نے ایک آہ بھر کر لمبا سانس لیتے ہوئے بتایا کہ شاید دو سال ہو گئے جب ہم بہن بھائی اکٹھے ہوئے تھے استاد نے ایک اور سوال داغتے ہوئے پوچھا تم لوگ کتنے دن اکٹھے رہے تھے۔۔۔؟

نوجوان نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے جواب دیا ہم لوگ تین دن اکٹھے رہے تھے۔

استاد نے پوچھا تم اپنے والد کے پاس بیٹھ کر کتنا وقت گزارتے ہو۔۔۔؟

اب تو نوجوان صحافی بہت پریشان ہو گیا اور نیچے میز پر رکھے کاغذ پر کچھ لکھنے لگا۔
استاد نے پوچھا کبھی تم نے باپ کے ساتھ ناشتہ لنچ یا ڈنر بھی کیا ہے۔۔۔؟
کبھی آپ نے ابو سے پوچھا وہ کیسے ہیں۔۔۔؟
کبھی تم نے باپ سے دریافت کیا کہ تمھاری ماں کے مرنے کے بعد اس کے دن کیسے گزر رہے ہیں۔۔۔؟
اب تو انٹرویو کرنے والے صحافی کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو برسنے لگے استاد نے صحافی کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ بھائی پریشان شرمندہ مایوس یا اداس ہونے کی ضرورت نہیں مجھے افسوس ہے کہ میں نے بے خبری میں تمھیں ہرٹ کیا اور دکھ پہنچایا لیکن میں کیا کرتا مجھے آپ کے سوال Contact اور connection کا جواب دینا تھا۔۔۔
اب سنو !!!
ان دو لفظوں کا فرق یہ ہے کہ تمھارا contact یا رابطہ تو تمھارے ابو سے ہے مگر connection یا تعلق ابو سے نہیں رہا یا کمزور ہے کیونکہ تعلق یا کنکشن دلوں کے درمیان ہوتا ہے جب کنکشن یا تعلق ہوتا ہے تو آپ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔۔۔
ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے ہیں۔ ہاتھ ملاتے گلے سے لگتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام خوشی خوشی سرانجام دیتے ہیں جیسے ایک معصوم بچے کی ماں اس کو سینے سے لگاتی ہے، چومتی ہے بغیر مانگے دودھ پلاتی ہے اس کی گرمی سردی کا خیال رکھتی ہے جب وہ چلنا شروع کرتا ہے تو سائے کی طرح اس کے پاس رہتی ہے تاکہ وہ گر نہ جائے کوئی غلط چیز نہ کھالے گر پڑے تو اس بچے کو گلے سے لگا کر چپ کراتی ہے۔۔۔
تو میرے پیارے شاگرد آپکے باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ صرف contact یا رابطہ ہے مگر آپ کے درمیان connection یا تعلق نہیں ہے۔۔۔
نوجوان صحافی نے اپنے آنسو رومال سے صاف کیے اور استاد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا سر آپ نے مجھے آج ایک بہت بڑا سبق پڑھا دیا جو زندگی بھر نہیں بھولے گا۔۔۔
آج ہمارے معاشرے کا یہی حال ہے کہ ہمارے آپس میں بڑے رابطے ہیں مگر کنکشن بالکل نہیں۔۔۔
آج فیس بک پر ہمارے پانچ ہزار فرینڈز ہیں مگر حقیقی زندگی میں ایک بھی نہیں۔ آج ہم صبح سویرے سیکڑوں دوستوں کو گڈ مارننگ کہہ کر بغیر خوشبو کے پھول بھیجتے ہیں حقیقی زندگی میں ایک پھول کی پتی بھی نہیں ملتی آج ہم تمام لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہیں اور کاغذ کے بے خوشبو پھولوں کی تصویروں سے دل بہلاتے ہیں۔۔۔
کسی عزیز کے بچھڑنے پہ چند تعزیتی الفاظ اور رشتوں کے سارے تقاضے پورے کر کے ہم سرخرو ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

★

گھریلو لائبریری

یہ زیادہ پرانی بات نہیں، اس زمانے میں بیشتر گھرانوں میں قصے، کہانیاں اور نظمیں سنائی جاتیں تھیں اور پہیلیاں بوجھنے کا رواج تھا۔ مذہبی اور تاریخی قصے، بادشاہوں، جنوں اور پریوں کی کہانیاں عام تھیں، جن سے بچوں میں دین اور ادب کا ذوق وشوق پیدا ہو جاتا تھا۔

آج ہم مہنگا اور مضرِ صحت کھانا خرید لیتے ہیں، نمود ونمائش میں رقم لٹا دیتے ہیں، لیکن ہم اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا کتب خانہ (لائبریری) نہیں قائم کرتے۔ ایک وقت وہ تھا، جب اکثر گھروں میں بھی تھوڑی بہت کتابیں ضرور ہوتی تھیں۔

صرف حیدر آباد دکن میں چار ہزار کتب خانے تھے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کہتے ہیں: "گھر کے لوگ پانچ ہزار کا کھانا شوق سے کھا لیں گے، مگر پانچ سو کی کتاب نہیں خریدیں گے۔

محترم رضا علی عابدی لکھتے ہیں: "ایک زمانے میں گھر گھر کتب خانے ہوا کرتے تھے۔

گھر کے ایک طاق میں کچھ کتابیں ضرور موجود ہوا کرتی تھیں۔ خوش نویس راتوں کو چراغ کی روشنی میں کتابیں نقل کر کر کے بیچا کرتے تھے۔"

خلافت اُمیہ، عباسیہ اور اسپین (اندلس) میں کوئی ایسا گھر اور کوئی ایسی مسجد نہیں تھی، جہاں کتب خانہ نہ ہو، یہاں تک کہ جس شخص کے گھر میں کتب خانہ نہ ہو، لوگ ایسے گھرانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

نوابین اور بادشاہ بھی اپنے ذاتی کتب خانے رکھتے تھے۔ باپ اپنی بیٹی کا رشتہ، داماد کے گھر کی لائبریری دیکھنے کے بعد کیا کرتا تھا، تاکہ پتا چلے کہ میرا ہونے والا داماد کس ذہن، سوچ وفکر کا مالک ہے اور گھر کا ماحول کتنا علمی وروحانی ہے، مگر اب ہم پانچ ہزار کا جوتا خرید کر اسے سستا سمجھتے ہیں، لیکن تین سو روپے کی کتاب کو ہم مہنگا کہتے ہیں۔

یعنی قوم کو جوتے زیادہ پسند ہیں۔

اپنے خاندان اور آنے والی نسلوں کو پڑھا لکھا، تعلیم یافتہ، انسان بنا اور باشعور دیکھنا چاہیں تو گھر میں لائبریری ضرور قائم کریں۔ اس سے گھر کا ماحول علمی بن جاتا ہے۔ ہم جس ماحول میں آنکھ کھولتے وہاں کا اثر ہماری شخصیت کی تعمیر میں نمایاں ہوتا ہے۔

ہم جس طرح گھر کا سودا خریدنے بازار جاتے ہیں، اسی طرح کتابوں کی دکانوں پر بھی جانا چاہیے۔ گھر کے تمام افراد کے لیے مفید کتابوں کی خریداری کرنی چاہیے۔

گھر میں لائبریری کی ابتدا کس طرح کریں؟

اپنے گھر کے کسی گوشے میں دس بارہ کتابوں سے لائبریری کی ابتدا کریں اور اس لائبریری کو ایک خوب صورت سا نام دے رہیں۔ ★

ہر مہینے اپنے ذوق کے مطابق دو تین معلوماتی کتابوں کا اضافہ کرتے رہیں۔اس طرح آپ کے پاس ہر موضوع پر کتاب موجود ہو گی۔

ہر مہینے کتابوں کی خریداری کے لیے کچھ رقم مختص کیا کریں۔

کتب خانے کا ماحول پر سکون ہو تو بہت ہے۔

گھر میں قرآن کی تفاسیر کے ساتھ دیگر اسلامی، تاریخی، ادبی اور سائنسی کتابیں ہوں۔بچوں کی تربیت کے لیے اسلامی واصلاحی کہانیاں، واقعات، سائنسی، معلوماتی کتابیں بھی ہوں۔

ہو سکے تو گھر کی لائبریری کے لیے روزانہ ایک اخبار لیا کریں۔

اخبار میں کالم نگاروں کے خیالات سے آگاہ ہوں اور دیگر تحریریں بھی پڑھیں۔

ترقی یافتہ ممالک میں لائبریریوں کا استعمال اس قدر عام ہے کہ چھوٹے بچوں کے لیے بھی پبلک لائبریریاں موجود ہیں۔اگر ہم مطالعے کے عادی ہو جائیں تو ہم دوسروں سے بہت اعتماد کے ساتھ بات چیت کر سکتے ہیں اور دلائل اور حوالے بھی دے سکتے ہیں۔اس طرح دوسروں کو اپنی بات آسانی سے سمجھا سکتے ہیں۔

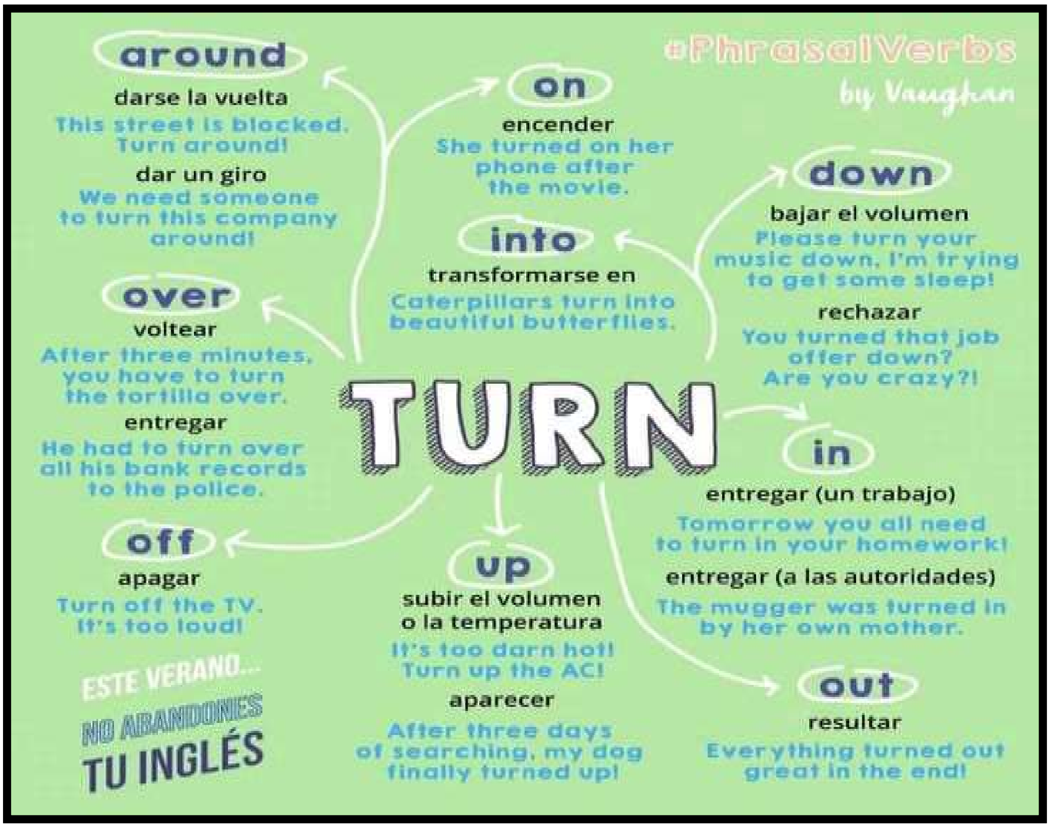
#PhrasalVerbs
by Vaughan
TURN
around
darse la vuelta
This street is blocked. Turn around!
dar un giro
We need someone to turn this company around!
on
encender
She turned on her phone after the movie.
into
transformarse en
Caterpillars turn into beautiful butterflies.
down
bajar el volumen
Please turn your music down, I'm trying to get some sleep!
rechazar
You turned that job offer down? Are you crazy?!
over
voltear
After three minutes, you have to turn the tortilla over.
entregar
He had to turn over all his bank records to the police.
in
entregar (un trabajo)
Tomorrow you all need to turn in your homework!
entregar (a las autoridades)
The mugger was turned in by her own mother.
off
apagar
Turn off the TV. It's too loud!
up
subir el volumen o la temperatura
It's too darn hot! Turn up the AC!
aparecer
After three days of searching, my dog finally turned up!
out
resultar
Everything turned out great in the end!
ESTE VERANO...
NO ABANDONES
TU INGLÉS

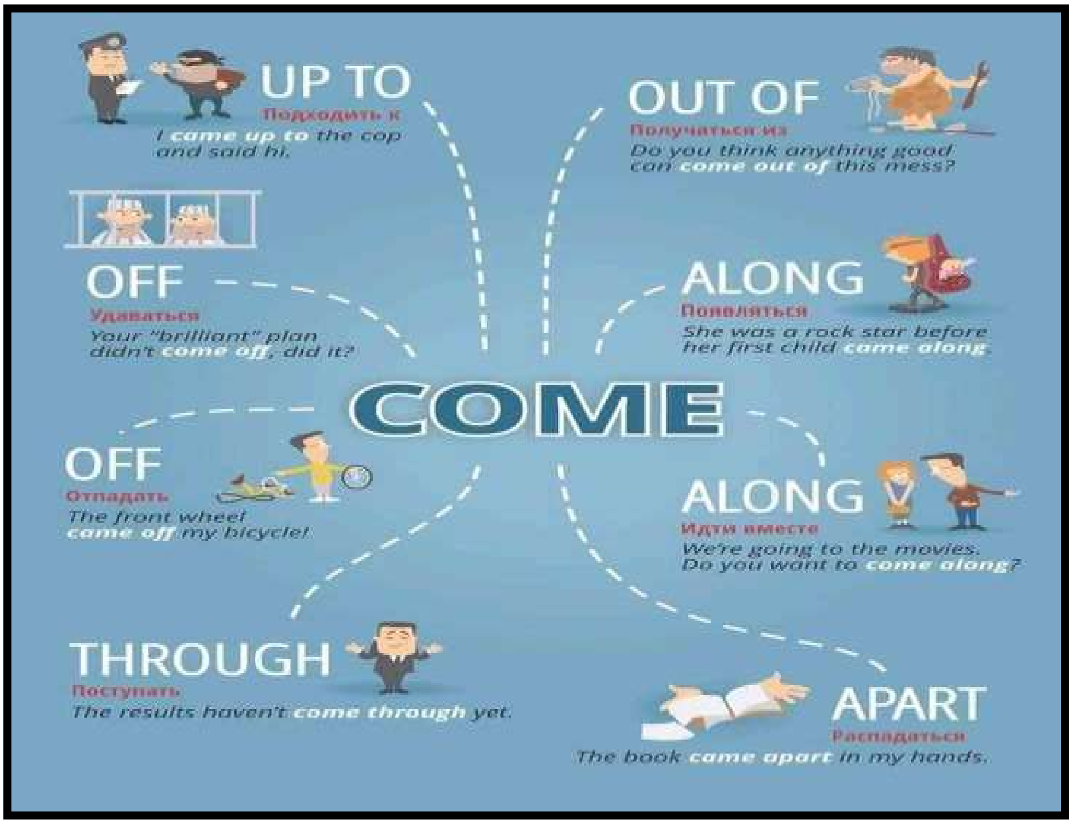
COME
UP TO
Подходить к
I came up to the cop and said hi.
OUT OF
Получаться из
Do you think anything good can come out of this mess?
OFF
Удаваться
Your "brilliant" plan didn't come off, did it?
ALONG
Появляться
She was a rock star before her first child came along
OFF
Отпадать
The front wheel came off my bicycle!
ALONG
Идти вместе
We're going to the movies. Do you want to come along?
THROUGH
Поступать
The results haven't come through yet.
APART
Распадаться
The book came apart in my hands.

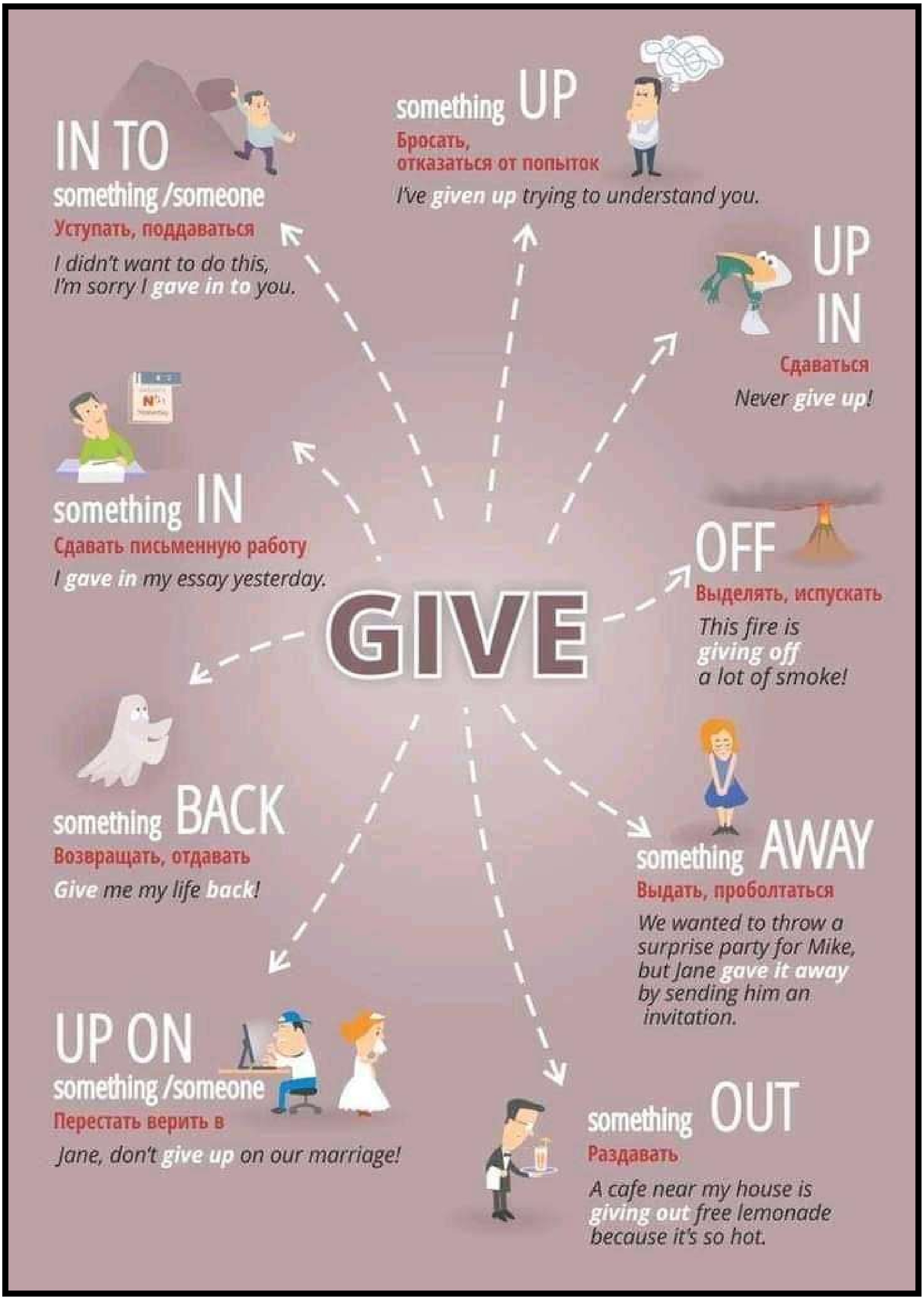
GIVE
IN TO something /someone
Уступать, поддаваться
I didn't want to do this, I'm sorry I gave in to you.
something UP
Бросать, отказаться от попыток
I've given up trying to understand you.
UP IN
Сдаваться
Never give up!
something IN
Сдавать письменную работу
I gave in my essay yesterday.
OFF
Выделять, испускать
This fire is giving off a lot of smoke!
something BACK
Возвращать, отдавать
Give me my life back!
something AWAY
Выдать, проболтаться
We wanted to throw a surprise party for Mike, but Jane gave it away by sending him an invitation.
UP ON something /someone
Перестать верить в
Jane, don't give up on our marriage!
something OUT
Раздавать
A cafe near my house is giving out free lemonade because it's so hot.

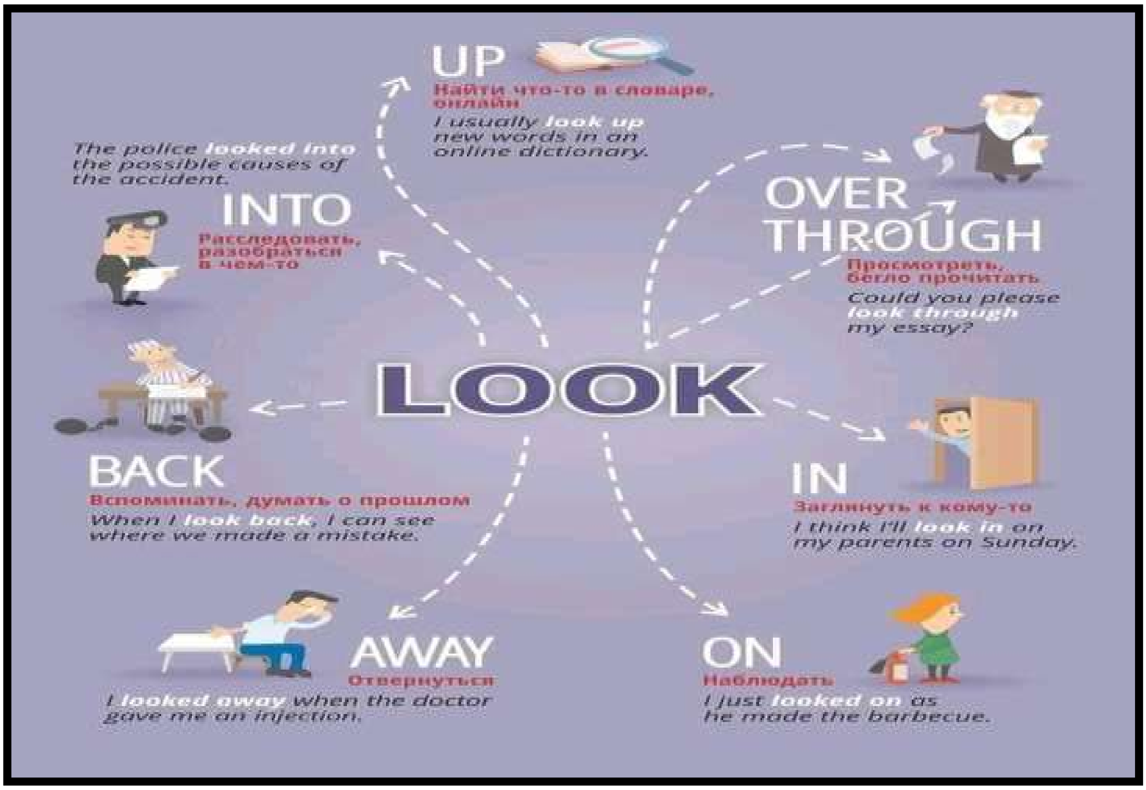
LOOK
UP
Найти что-то в словаре, онлайн
I usually look up new words in an online dictionary.
The police looked into the possible causes of the accident.
INTO
Расследовать, разобраться в чем-то
OVER
THROUGH
Просмотреть, бегло прочитать
Could you please look through my essay?
BACK
Вспоминать, думать о прошлом
When I look back, I can see where we made a mistake.
IN
Заглянуть к кому-то
I think I'll look in on my parents on Sunday.
AWAY
Отвернуться
I looked away when the doctor gave me an injection.
ON
Наблюдать
I just looked on as he made the barbecue.

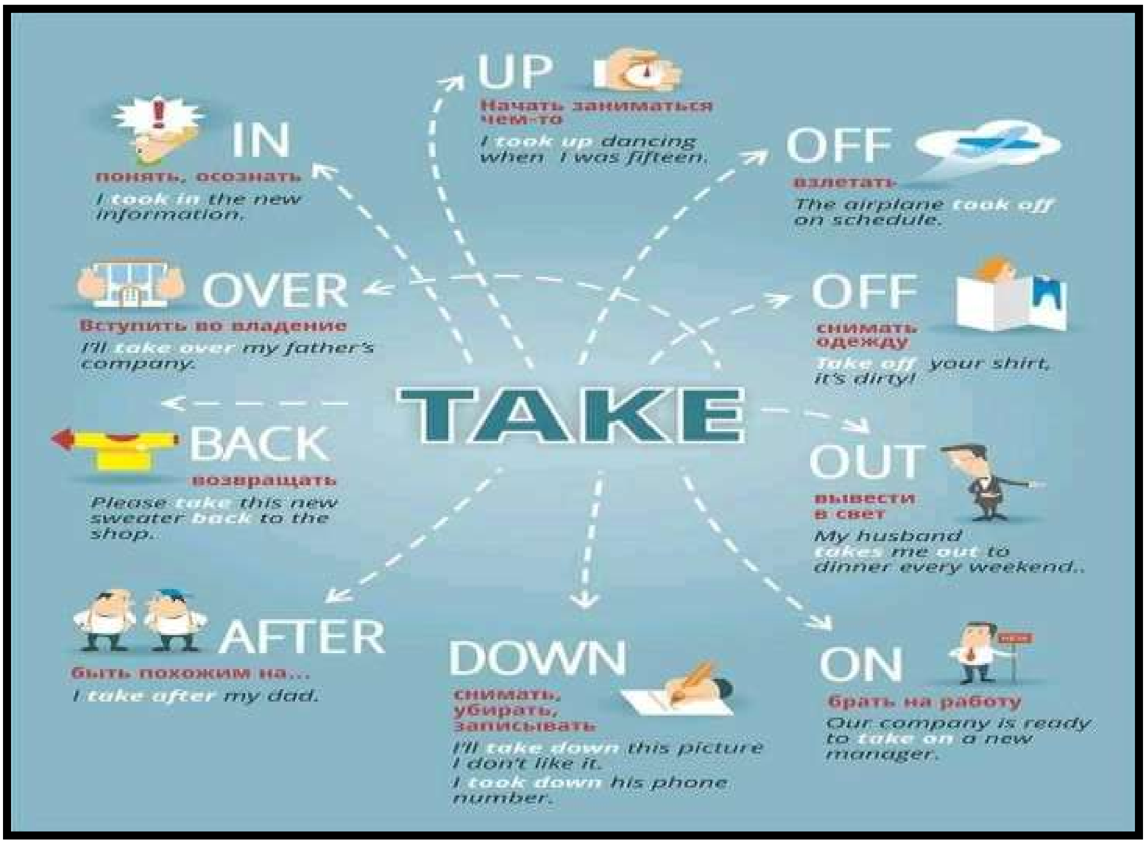
TAKE
UP
Начать заниматься чем-то
I took up dancing when I was fifteen.
IN
понять, осознать
I took in the new information.
OFF
взлетать
The airplane took off on schedule.
OVER
Вступить во владение
I'll take over my father's company.
OFF
снимать одежду
Take off your shirt, it's dirty!
BACK
возвращать
Please take this new sweater back to the shop.
OUT
вывести в свет
My husband takes me out to dinner every weekend..
AFTER
быть похожим на...
I take after my dad.
DOWN
снимать, убирать, записывать
I'll take down this picture I don't like it.
I took down his phone number.
ON
брать на работу
Our company is ready to take on a new manager.

آدابِ مجلس

اسلام زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ مجلس میں بیٹھنے کے کون سے آداب ہیں؟ اور اہل مجلس سے کیسا برتاؤ کرنا چاہیے؟ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ہمیں اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کی ہیں۔ ذیل میں آپ ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں مجلس کے آداب بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے

انسان فطری طور پر سماج میں رہنا پسند کرتا ہے۔ مل جل کر بیٹھنا اور اجتماعی معاملات کے سلسلے میں آپس میں مشورہ کرنا اور مجالس اس کی بنیادی ضرورت ہے، اسی لئے شریعت نے مجلس کے متعلق ایسے آداب مقرر کیے ہیں جن سے اہل ایمان کی مجلسوں میں متانت و سنجیدگی قائم رہے۔ مجلس کے ہر شریک کو مافی الضمیر بیان کرنے کی اجازت ہو اور اسے کسی قسم کے احساس کمتری کا شائبہ نہ ہو۔ ذیل میں چند آداب پیش خدمت ہیں۔

سلام کا تحفہ:

حضرت ابوہریرہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

"تم میں سے کوئی مجلس میں آئے تو سلام کرے اور جب مجلس سے جانے لگے تو بھی سلام کرے کیونکہ پہلا سلام آخری سلام کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ (ترمذی)

مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے:

حضرت جابر بن سمرۃؓ بیان کرتے ہیں:

"ہم میں جب کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتا تو مجلس کے کنارے ہی بیٹھ جاتا، کود پھاند کر آگے جانے کی کوشش نہ کرتا۔" (ترمذی)

کسی شخص کو اس کی جگہ سے نہ اٹھایا جائے:

مجلس میں پہلے سے شریک آدمی کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھنا، انصاف سے دور اور اسلامی اصولوں کے منافی بات ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی مجلس میں بیٹھے کسی شخص کو اس لئے نہ اٹھائے کہ خود اس کی جگہ بیٹھ جائے۔ ہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ خود آنے والوں کے لئے مجلس میں گنجائش پیدا کر دیں"۔

مجلس سے عارضی اٹھنے والا واپسی پر اپنی پہلی جگہ کا حقدار ہے:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے اگر کوئی کسی ضرورت کی وجہ سے مجلس سے اٹھ کر چلا جائے تو واپس آنے پر وہی اپنی اس پہلے

والی جگہ کا زیادہ حقدار ہے"۔(مسلم)

دو آدمیوں کے درمیان بلا اجازت بیٹھنا:

مجلس میں بیٹھے دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ جانا ان کی دل آزاری کا سبب ہے اس لئے ایسے موقع پر دونوں سے پوچھ لینا زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عمرو بن شعیب اپنے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ وہ مجلس میں دو اشخاص کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر گھس کر بیٹھ جائے"(ابو دائود)

کسی حلقہ کے بیچ میں بیٹھنا:

بعض اوقات لوگ مجلس میں ایک دائرہ اور حلقہ بنا کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں اس دائرے کے درمیان میں بیٹھنا انتہائی نادانی و بے وقوفی کی بات ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقہ مجلس کے درمیان جا بیٹھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔"(ترمذی)

ترش روئی اور مبہم گفتگو سے پرہیز:

حضرت ابو ذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ جانو حتی کہ اگر تم اپنے بھائی سے مسکرا کر ملو تو یہ بھی نیکی ہے۔"(مسلم)

نیز فرمایا

"کسی آدمی کے اسلام کے اچھا ہونے کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ لایعنی (فضول بک بک) چھوڑ دے۔"

اچھی اور نیک مجلسوں میں شمولیت باعث خیر و برکت ہے:

"ہم نشین اور مصاحب کی مثال مشک بیچنے والے یا بھٹی میں دھونکنے والے کی ہے۔ مشک بیچنے والا یا تو تجھے بطور تحفہ مشک دے گا، یا تُو اسے خریدے گا، ورنہ تجھے اس سے اچھی خوشبو تو پہنچے گی۔ لیکن بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بدبو پہنچے گی"(بخاری)

مجلس میں کسی کے گرد یا سامنے کھڑا نہ ہونا:

قبل از اسلام لوگ اپنے بادشاہ کے سامنے تعظیما کھڑے ہوتے اور سجدہ ریز بھی ہوتے، یوں شرک کا دروازہ کسی نہ کسی صورت کھلا رہتا۔ انسانی مساوات کا علمبردار اسلام منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا تو اس رسم بد کا بھی خاتمہ کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

"ہم میں سے کوئی آدمی بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسی کو محبوب نہ رکھتا تھا مگر اس کے باوجود ہم آپ ﷺ

کی تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ ہمیں علم تھا کہ حضور ﷺ اس امر کو اچھا نہیں سمجھتے۔"(ترمذی)

حضرت ابو مجلزؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ اور ابن صفوانؓ نے جب امیر معاویہؓ کو ان کے دور امارت میں آتے دیکھا تو یہ دونوں کھڑے ہوگئے۔ اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا

"بیٹھ جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے تعظیم کے لئے تصویر بن کر کھڑے ہوجایا کریں وہ دوزخ کی آگ میں اپنی جگہ تلاش کرلے"(ترمذی)

فائدہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ بعض اداروں میں استاذ کے جماعت میں آنے پر طلباء اور کسی سربراہ کے آنے پر ماتحت تعظیما کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ایسا کرنا درست عمل نہیں ہے۔

مجلس میں معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش کرنا:

مجلس میں مہمان خصوصی کے لئے اگر کوئی جگہ مخصوص ہو تو از خود وہاں بیٹھنا یا اس کے قریب بیٹھنے پر اصرار کرنا درست نہیں۔ اس سے مجلس کا نظم ونسق خراب ہونے کے ساتھ ساتھ نمود و نمائش کی خواہشمندی کے اظہار کا شائبہ بھی ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

" کوئی شخص کسی جگہ کی امامت نہ کرے اور نہ اس کی مسند پر بیٹھے لیکن متعلقہ شخص خود اجازت دے تو کوئی قباحت نہیں" (ترمذی)

معلوم ہوا کہ کسی بھی قابل تعظیم ہستی کی مسند پر بیٹھنا جائز نہیں، خواہ وہ کسی بادشاہ کا تخت ہو یا مصلی امامت، قاضی کی کرسی ہو یا استاد کی مسند تدریس، جیسا کہ بعض طلباء کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کی مسند پر بلا جھجک بیٹھ جاتے ہیں۔

مجلس میں چیز کی تقسیم کس طرف سے کرے؟

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی مشروب پیش ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ ایک نوعمر بچہ بیٹھا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ معمر لوگ بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشروب میں سے تھوڑا سا پی کر اس نوعمر سے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو بقیہ حصہ ان حضرات کو دے دوں؟ وہ کہنے لگا "نہیں خدا کی قسم! آپ سے ملنے والے حصے میں اپنے علاوہ کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا" چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اسی لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیا"۔

معلوم ہوا کہ اگر حقدار چھوٹا ہو تو اس سے پوچھ لینا چاہئے محض اپنے بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے حق کو دبانا درست نہیں، نیز چھوٹا اپنی رائے کو آزادی سے بیان کرسکتا ہے۔ ایسے برکت والے معاملات میں شرم کرنا اسوہ صحابہ سے مروی نہیں۔

مجلس میں کاناپھوسی کرنادرست نہیں:

مجلس میں بیٹھ کر دو آدمیوں کے سرگوشی کرنے سے دوسروں کے دل میں بدگمانی پیدا ہونے کا خطرہ ہے اسی لئے قرآن مجید نے فرمایاہے

"کاناپھوسی تو ایک شیطانی کام ہے اور وہ اس لئے کی جاتی ہے کہ ایمان لانے والے لوگ اس سے رنجیدہ ہوں۔"

(سورۃ مجادلہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"جب تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آدمی آپس میں کھسر پھسر نہ کریں کیونکہ یہ تیسرے آدمی کے لئے باعث رنج ہوگا۔"(بخاری)

اس جگہ سرگوشی سے مراد وہ اشارے بھی ہیں جنھیں کاناپھوسی کے ضمن میں لیا جاتا ہے۔اور تیسرا آدمی ان کے ذریعے کسی بدگمانی میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

صدر مجلس دوران گفتگو،سب کی طرف متوجہ رہے:

حضرت حسین بن علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کی کیفیت اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

"آپ ﷺ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اس کا استحقاق ہوتا ہمکلامی کا شرف بخشتے۔آپ ﷺ کے پاس ہر بیٹھنے والا یہی سمجھتا کہ آپ میرا سب سے زیادہ اکرام فرما رہے ہیں۔

مجالس میں اللہ کا ذکر:

حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ:

"وہ مجلس،جس میں اللہ کا ذکر کیا گیا اور نہ شرکائے مجلس میں سے کسی نے اللہ کے نبی ﷺ پر درود بھیجا وہ اللہ کے عذاب کی مستحق ہوگی۔اب یہ اس کی مرضی ہے چاہے عذاب میں مبتلا کر دے اور چاہے معاف فرمادے"(ترمذی)

نیز فرمایا

"جس مجلس میں اللہ کا نام نہ لیا گیا،اس سے اٹھ کر آنے والے لوگوں کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جو گدھے کی میت کے پاس سے اٹھ کر آرہے ہوں اور حسرت و حرماں ان کے دامن گیر ہوں۔"(ابوداؤد)

مجلس برخاست ہونے کی دعا:

★ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

”کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور وہاں فضول، لغو اور بیہودہ باتیں ہوتی رہی ہوں تو ایسی مجلس سے اٹھنے سے پہلے درج ذیل کلمات کہے۔

”سُبحانَکَ اللّٰھمَّ وَبِحمدِکَ، اَشھدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَستَغفِرُکَ وَاَتُوبُ اِلَیکَ“

تو اس مجلس میں جو لغویات اس سے سرزد ہوتی رہی ہیں ان دعائیہ کلمات کی برکت سے معاف کر دی جاتی ہیں“۔(ترمذی)

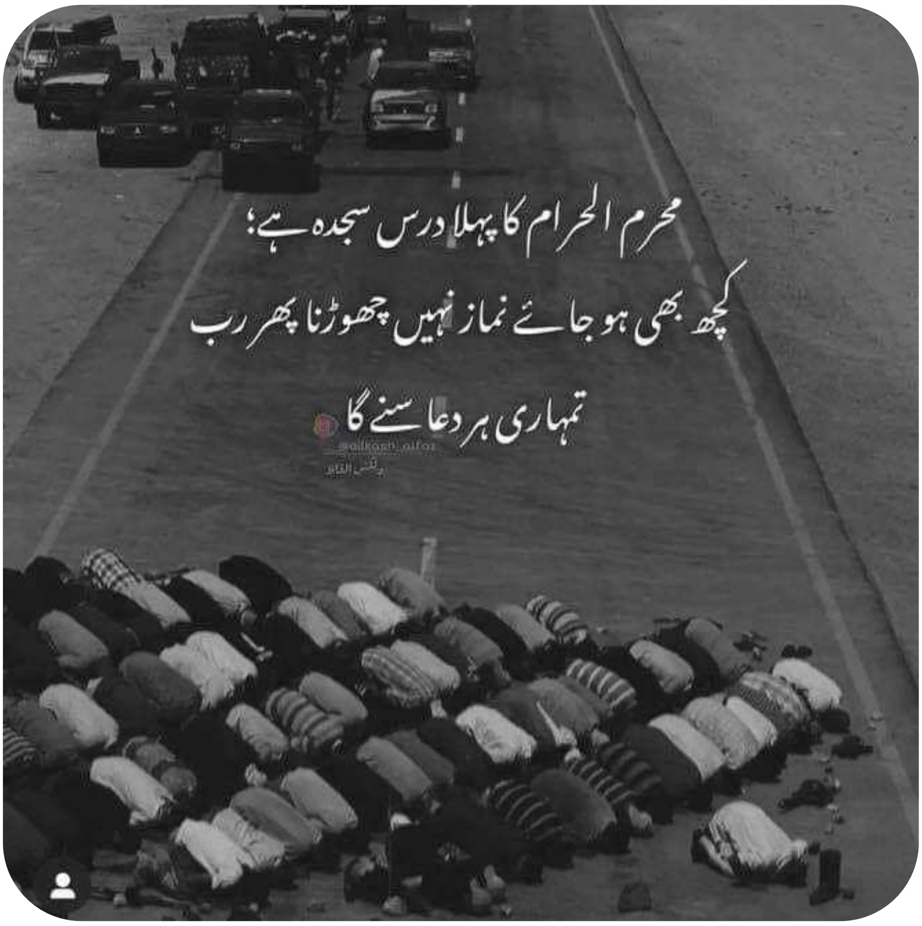

علم دریچے

تعلق

اللہ سے تھوڑا بہت تو تعلق رکھا کرو...

بالکل منقطع مت کیا کرو..

ضرورت پڑتی رہتی ہے..

مصیبت آئی تو پھر کس کو پکارو گے..

وہی کام آئے گا نا؟

تھوڑا بہت رابطہ برقرار رہنا چاہیے..

ہاں بھئی پوری نمازیں نہیں پڑتے تو صرف فرض پڑھ لیا کرو...

پانچوں وقت اُس کے پاس نہیں جاتے تو ایک بار چلے جایا کرو..

ارے یہ بھی نہیں ہوتا تو ایک دن چھوڑ کر ایک دن چلے جایا کرو...

ارے اس میں بھی موت آتی ہے تو جمعے کے جمعے چلے جایا کرو...

پر اپنا نام ضرور حاضری کے رجسٹر میں لکھوا دیا کرو..

بالکل تعلقات ختم نہ کرو..

وہی کام آتا ہے..

اُسی کے پاس جانا پڑتا ہے..

تو پھر کیوں نا اُس کے ساتھ بنا کر رکھیں..

آنکھوں میں تھوڑی تو شرم رکھو...

غلام اور مالک کا رشتہ...

بندے اور آقا کا رشتہ..

نبھاتے رہو..

یہ ٹوٹنا نہیں چاہیے.

بڑی پگڑی

ایک دفعہ شیخ سعدیؒ پگڑی باندھے کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں انہیں گاؤں کا ایک رہنے والا شخص ملا، اس نے شیخ سعدیؒ کو روک کر ایک خط دیا اور کہا اسے پڑھ دیجئے،
شیخ سعدی خط لیکر پڑھنے لگے مگر خط کی عبارت ایسی تھی کہ پڑھ نہ سکے، گاؤں والے نے غصے میں آ کر کہا: اتنی بڑی پگڑی سر پر باندھ رکھی ہے اور خط نہیں پڑھ سکتے؟" شیخ سعدیؒ نے اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھی اور بولے: "تم خود پڑھ لو"!

چھتری اور رشتے

کل دفتر سے واپسی پر میں چھتری وہیں بھول گئی۔ گھر جاتے جاتے بادلوں نے گھیر لیا اور پھر خوب برسے۔ ایسے میں چھتری کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ اچانک ہی ذہن میں خیال آیا کہ ہمارے مخلص رشتے بھی تو اسی چھتری کی مانند ہیں، وہ ہمارے لئے سائے کی طرح ہیں۔ وہ نہ ہوں تو غم کی بارشوں، دھوپ کی تپش اور کڑے وقت کی سختی سے کیسے محفوظ رہا جا سکتا ہے؟

ہماری نفسیات

نفسیات کے بہت پیچیدہ مسائل پڑھ پڑھکر سمجھنے کی کوشش کی بہت سے مسائل اب سمجھ آنے لگے

لیکن کچھ ایسی گتھیاں ہیں جو آج بھی حل نہیں ہو رہی ہیں۔

کیوں لوگ ایسا کرتے ہیں؟؟؟؟

جیسے چار گھنٹے کسی کے گھر گزار کر آپ رخصت ہونے کی اجازت لیں اب آپ گاڑی میں انتظار کر رہے ہیں اور خواتین دروازے پر محفل لگا کر کھڑی ہو جاتی ہیں آخر کیوں؟

کیا ان کے ملنے کو یہ وقت کم تھا؟ یا وائی فائی اور ویڈیو کالنگ کے اس دور میں ان کو دوبارہ بات کرنے کا موقع نہیں ملے گا؟

جیسے اچھے پڑھے لکھے لوگوں کی محفل میں آپ کی بات مکمل ہونے کا کوئی انتظار نہیں کرتا بات کاٹ کر اپنی بات شروع کرنے والوں کو کیا یہ خوف ہوتا ہے کہ ان کی باری نہیں آئے گی؟ یا ابھی نہیں بولا تو پھر ان کے بولنے کی صلاحیت چھین لی جائے گی۔

کیوں ہر ایک علم اور معلومات کا پریشر کوکر بنا ہوا ہے؟ اظہار کی یہ ایمرجنسی کیوں ہے؟ جیسے اظہار کی بھاپ نہ نکلی تو کوکر پھٹ جائے گا۔

کیا صبر اور سکون کی دھیمی آنچ پر پکائی گئی ہانڈی کا دور ختم ہوا جہاں چیک کرکے چمچ ہلا ہلا کر نکالنے سے پہلے ذائقہ اور سواد دیکھا جاتا تھا۔

مفت میں

گاڑی صاف ستھری حالت میں مکمل پالش کے ساتھ اسی جگہ کھڑی پائی گئی جہاں سے چوری ہوئی تھی۔ اور گاڑی کے اندر ایک خط پڑا تھا جس پر تحریر تھا: میں تہہِ دل سے معذرت خواہ ہوں کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ میری بیوی کی ڈیلیوری کے باعث حالت تشویش ناک تھی۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے اسے ہسپتال پہنچاؤں۔ بس اس وجہ سے میں نے چوری جیسا گھناؤنا قدم اٹھایا مگر میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اور امید کرتا ہوں آپ مجھے میری اس حرکت پر معاف کر دیں گے میری طرف سے آپ اور آپ کی فیملی کے لیے ایک عدد تحفہ۔ آج رات کے شو کی ٹکٹیں اور ساتھ میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں بھی قبول کیجیے۔ یہ سب اس مدد کے بدلے میں ہے جو آپ کی گاڑی کے ذریعے سے ہوئی۔ گاڑی کا مالک یہ سب پڑھ کر مسکرایا۔ بغیر محنت گاڑی بھی دھلی دھلائی ملی اور مفت میں رات کے شو کی ٹکٹیں۔ رات کو جب فیملی فلم دیکھ کر واپس آئی تو ان کے گھر ڈکیتی کی واردات کی جاچکی تھی۔ پورا گھر سامان سے خالی کیا جاچکا تھا اور وہیں پر ایک خط پڑا ملا جس پر لکھا تھا: امید ہے فلم پسند آئی ہوگی!...

اسپین کہاوت

"بغیر دیکھے کوئی چیز منہ میں مت ڈالیں،

اور بغیر پڑھے کسی کاغذ پر دستخط نہ کریں۔"

بکرے میاں کی آپ بیتی

میں اس گھر میں بہت خوش تھا مجھے انسان اچھے لگنے لگے تھے۔ میں سوچتا تھا یہ سب انسان کتنے پیارے ہوتے ہیں جو ہم جانوروں سے اتنا پیار کرتے ہیں۔ میں نے کبھی اپنے دوستوں کی باتوں کا یقین نہیں کیا جو یہ کہتے تھے کہ انسان بہت برے ہوتے ہیں اور وہ جانوروں سے برا سلوک کرتے ہیں۔ میں ان کی ان باتوں کا اس لیے یقین نہیں کرتا تھا کیونکہ میں بہت شرارتی بھی تھا اور خوب شرارتیں کرتا تھا لیکن میرے مالک نے مجھے کبھی نہیں ڈانٹا تھا۔

میرا مالک بہت غریب آدمی تھا۔ وہ اپنی آمدنی سے بمشکل گزارا کر پاتا تھا۔ کچھ دنوں سے میں مسلسل یہ دیکھ رہا تھا کہ میرا مالک بہت پریشان رہنے لگا ہے۔ اس کی نظر جب بھی مجھ پر پڑتی تو وہ اداس اور غمگین ہو جاتا تھا۔ اگلی صبح میں معمول کے مطابق جب کچھ ہی دور اپنے دوستوں سے ملنے گیا۔ تو وہاں بہت کم تعداد میں میرے دوست کھڑے تھے۔ میں نے ایک قدرے بڑی عمر کے دوست سے جا کر پوچھا کہ سب کہاں چلے گئے تو اس نے مجھے ایک الگ ہی کہانی سنا دی۔

اس نے کہا: عید الاضحی آنے والی ہے، اس میں مسلمان اللہ کے حکم سے جانور ذبح کر کے قربانی کی سنت پوری کرتے ہیں۔ ہم بکروں اور بکریوں سمیت اونٹ، بیل، بھیڑ وغیرہ کی بھی قربانی کی جاتی ہے۔ گزشتہ کل ایک بڑی سی گاڑی میں کچھ لوگ آئے اور ہمارے مالکوں کو ہمارے ساتھیوں کی قیمت دے کر ساتھ لے گئے۔ تاکہ وہاں جا کر منڈی میں انہیں فروخت کیا جائے۔ ہم سب بھی اسی انتظار میں ہیں کہ نہ جانے کب کوئی آئے اور ہمیں اپنے ساتھ لے جائے۔ میں یہ سب سن کر حیران تو بہت ہوا۔ لیکن آہستہ آہستہ مجھے سب باتیں سمجھ میں آ گئیں، مجھے اپنے مالک کے غمگین ہونے کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی کہ میرا مالک بھی مجھے یونہی ایک دن فروخت کر کے اپنے اوپر چڑھا ہوا بہت سا قرضہ اتارے تو دے گا لیکن میری جدائی کا سوچ کر وہ اداس اور غمگین ہو جاتا ہے۔ دن یونہی گزرتے رہے۔ آس پاس رہنے والے میرے سب دوست چلے گئے۔ لیکن میرے مالک کے پاس مجھے خریدنے کے لیے کوئی نہ آیا۔ شاید اس لیے کہ میں اکلوتا تھا۔ اور خریدنے والوں کو اکٹھے جانور خریدنے تھے۔ میرا مالک یہ صورتحال دیکھ کر اور پریشان ہو گیا تھا۔ آخر ایک دن اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود مجھے لے جا کر شہر میں فروخت کرے گا۔

چنانچہ ایک دن صبح کو میرے مالک نے میرے گلے میں رسی ڈالی اور مجھے گھر کے دروازے تک لے آیا، اچانک مجھے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرے مالک کے دونوں بچے بھی مجھے پُرنم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ جیسے الوداع کہہ رہے ہوں۔ میں نے اپنے منہ سے مخصوص آواز نکال کر انہیں آخری بار دیکھا اور ہم رخصت ہو گئے۔

بکرا منڈی میں نہ جانے کہاں کہاں سے جانور لائے گئے تھے۔ بکرے خریدنے والوں کا بھی بہت ہجوم تھا، میرے مالک نے میرے سفید جسم پر مہندی لگائی ہوئی تھی۔ تاکہ میں خوبصورت نظر آؤں۔ ابھی میں منہ اٹھائے بکرا منڈی کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ دو ہٹے کٹے مشٹنڈے نوجوان، میرے مالک کے پاس آئے اور میرے بارے میں پوچھنے لگے۔ انسانوں کے ساتھ رہ کر مجھے ★

ان کی باتیں سمجھ میں آنے لگیں تھیں۔ اچانک ان دونوں نوجوانوں میں سے ایک نے اپنے گندے ہاتھوں سے میرے منہ پر ہاتھ رکھا اور میرا منہ کھول کر دیکھنے لگا۔ مجھے اس کے ہاتھوں سے بدبو آرہی تھی۔ آخر اس نے میرے منہ میں موجود دانتوں کو دیکھ کر میرا منہ چھوڑ دیا۔ میں نے سکھ کا سانس لیا۔ لیکن ابھی میری آزمائش باقی تھی۔ میرا منہ چھوڑ کر وہ میری گردن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ کبھی میری ٹانگ اور کبھی میری پیٹھ پر اپنے گندے ہاتھ لگا کر منہ سے کچھ بڑبڑاتا تھا۔ آخر کار وہ دونوں چلے گئے۔ اور میں نے شکر ادا کیا کہ ان کو میں پسند نہیں آیا۔

ان دونوں کے جانے کی دیر تھی، اب تو ہر کوئی مجھے دیکھنے آرہا تھا۔ میں ہر کسی کو اپنی آزمائش کروا، کرواکر تھک گیا تھا۔ بار بار منہ کھول، کھول کر میرے جبڑوں کو درد ہونے لگا تھا۔ نہ جانے یہ سب میرے منہ میں کیا تلاش کررہے تھے۔ خدا خدا کر کے رات کا وقت ہوا اور بکرا منڈی میں کچھ سکون نظر آنے لگا۔ میرا تھکن کے مارے برا حال ہورہا تھا۔ میرے مالک نے میرے گلے میں پڑی ہوئی رسی کے دوسرے کنارے کو اپنے پاؤں سے باندھا اور خود وہیں لیٹ گیا۔ میں بھی وہیں بیٹھ کر اونگھنے لگا۔ اور نہ جانے کب مجھے نیند آگئی۔

اچانک تیز شور وغل سے میری آنکھ کھلی، سورج ابھی پوری طرح نکلا بھی نہ تھا۔ اور منڈی میں پھر وہی چہل، پہل شروع ہوگئی تھی۔ آج مسلسل رش زیادہ ہوتا جارہا تھا۔ مجھے دیکھنے والوں میں ایک بوڑھا دو چھوٹے بچوں کے ساتھ آیا۔ وہ دونوں چھوٹے بچے بہت شرارتی تھے۔ ایک نے میرا سینگ پکڑ لیا اور دوسرا میری ٹانگ کھینچنے لگا۔ میرا غصہ کے مارے برا حال ہوگیا۔ دل تو بہت چاہا کہ ایک ٹانگ آج ان دونوں کو ماروں لیکن اپنے مالک کو دیکھ کر رک گیا۔ اس بوڑھے نے بھی حسبِ معمول کانپتے ہاتھوں سے میرے منہ میں موجود دانتوں کو غور سے دیکھا اور چھوڑ دیا۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ شاید میرے گندے دانتوں کو دیکھ کر میں انہیں پسند نہیں آتا اور بات بھی یہی تھی۔ میں ہمیشہ اپنے دانتوں کو صاف رکھتا تھا۔ یہاں شہر میں گندا پانی اور سوکھی سڑی گھاس کھا کر میرے دانتوں پر بہت میل جم گئی تھی۔ اور انہیں شاید سفید دانتوں والا بکرا چاہیے تھا۔ یہ دن بھی جیسے تیسے گزر گیا۔

آج منڈی میں میرا تیسرا دن تھا۔ میرے مالک کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اول میں کسی کو پسند نہیں آتا تھا۔ اور جو پسند کرلیتا وہ میری قیمت سن کر کانوں کو ہاتھ لگاتا ہوا چلا جاتا تھا۔ آج بھی منڈی کا رش پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا تھا۔ مجھے مسلسل گندا پانی اور مرجھائی گھاس کھاتے ہوئے تیسرا دن ہو چکا تھا۔ لیکن میں نے اپنے مالک کی وجہ سے کوئی شکوہ نہ کرتا تھا۔ میرے مالک نے مجھے ہمیشہ اچھا کھانے کو دیا۔ آج مجھے اس کے مشکل وقت میں کام آنا تھا۔ حسبِ معمول آج بھی میرے منہ کو متعدد بار کھولا گیا۔ اور ہر آنے والے نے میرے دانتوں کو آنکھیں مٹکا، مٹکا کر دیکھا۔ میرا دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ جو بھی میرے پاس مجھے دیکھنے کے لیے آئے میں خود ہی اس کے ہاتھ لگانے سے پہلے اپنا منہ کھول کر دکھادوں۔

آج بھی میں کسی کو پسند نہیں آیا تھا وہ میری قیمت سن کر بھاگ جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ میں گاؤں کا پلا بڑھا ایک صحت مند بکرا تھا۔ میرے مالک نے تو میری اچھی قیمت لگائی تھی۔ اور میں خوبصورت اتنا تھا کہ اکثر میرے منڈی والے ساتھی بکرے مجھے

دیکھ کر آہیں بھرتے تھے کہ کیسا گھبرو جوان بکرا ہے۔

عید میں تھوڑے ہی دن رہ گئے تھے۔ آج منڈی میں مجھے چوتھا دن شروع ہو چکا تھا۔ میں آج کافی بن سنور کر کھڑا تھا۔ میرے مالک نے مہندی لگا کر خوب تیار کیا تھا۔ شام کا وقت قریب تھا کہ ایک بڑی عمر کا آدمی اپنے تین چھوٹے بچوں کے ساتھ میرے پاس آیا، مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگا اور میرے مالک سے میری قیمت پوچھی، وہ اپنے لباس اور وضع قطع سے امیر گھرانے کا لگ رہا تھا۔ آخر کار میں اسے پسند آگیا، میرے مالک نے قیمت لے کر میری رسی اس آدمی کو تھما دی۔ اور میرا مالک میری پیٹھ کو سہلانے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ اب مجھے کسی اور کے ہاں جانا ہو گا۔ میرا مالک اب کوئی اور ہو گا۔ وہ آدمی مجھے اپنی کار تک لے آیا، اور ہم ایک مختصر سفر کے بعد ایک عالیشان گھر کے گیٹ پر جا کر رکے۔

بکرا آگیا، بکرا آگیا۔ گھر کے سب بچے اونچی اونچی آواز میں چلا کر خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ ہر کوئی اشتیاق سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ گھر کے صحن کے ایک کونے میں مجھے باندھ دیا گیا۔

گھر میں موجود بچے بہت حد تک شرارتی واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک لمحے کے لیے بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ کوئی میرا سینگ پکڑتا تو کوئی میری ٹانگ کھینچتا۔ کوئی میرے کانوں پر مارتا تو کوئی میرے بالوں کو کھینچتا۔ آخر کب تک برداشت کرتا۔ میں نے ایک بچے کو ہلکی سی ٹکر ماری یہ دیکھ کر مجھ سے سارے بچے دور ہٹ گئے۔ میں نے سکون کا سانس لیا، کم بخت جب سے آیا ہوں کسی نے نہ پانی کا پوچھا، نہ کھانے کا، میرا غصہ دو بھر ہو گیا تھا۔

میں نے نظر اٹھا کر ان بچوں کو دیکھا۔ تو مجھے دور ایک چھوٹا سا بچہ نظر آیا۔ جو بہت محبت سے میری طرف دیکھ رہا تھا، اس نے گھر میں پڑی گھاس لا کر میرے سامنے ڈالی، اور پانی بھی لا دیا۔ میں نے ممنونیت بھری نظروں سے اس بچے کو دیکھا اور دل میں خوش ہوا کہ چلو کوئی تو ہے میرا خیال رکھنے والا۔

عید میں صرف ایک روز باقی تھا۔ ایک بڑی بی میرے پاس سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے لائی اور بار بار میرے منہ میں ڈالنے لگی۔ میں نے سوچا ان شہر والوں کو یہ بھی پتا نہیں کہ ایک بکرے کو کیا کھانا دیا جاتا ہے، میں نے وہ سوکھے ٹکڑے نہیں کھائے اور زور زور سے آوازیں نکالنے لگا۔ وہ بڑی بی غصے میں آگئیں اور بولیں: اسکے نخرے تو دیکھو، نہ کچھ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے بس بول بول کر دماغ کھا جاتا ہے۔ میں پہلے ہی گاؤں کو یاد کر کے بہت اداس تھا۔ اوپر سے اس بڑی بی کی باتیں سن کر بہت افسوس ہونے لگا۔ دل تو چاہا ایک زور دار ٹکر اس بڑی بی کو بھی جڑ دوں۔ لیکن صبر کیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ شام کو سب گھر والے اکٹھے ہو کر مجھے دیکھنے آئے۔ تو ایک چھوٹا بچہ کہنے لگا۔ "امی اسکا دودھ کب نکالیں گے"؟ مجھے یہ سن کر دل ہی دل میں بہت ہنسی آئی۔ اور سب گھر والے بھی ہنسنے لگے۔ جب سب گھر والے چلے گئے تو وہی کل والا بچہ جسے سب گھر والے حارث کہہ کر بلاتے تھے۔ وہ میرے پاس آیا۔ پیار سے میری کمر کو سہلانے لگا۔ اور پھر رسی کھول کر مجھے باہر گھمانے کے لئے لے گیا۔ میں جہاں جانا چاہتا وہ میری رسی ڈھیلی چھوڑ دیتا تھا۔ اسے مجھ سے پیار ہو گیا تھا۔ وہ دن میں کئی بار گھر کے صحن میں آکھڑا ہوتا اور مجھے دیکھتا رہتا۔ وہ میری ہر

★

ضرورت کا خیال رکھتا تھا۔ میری قربانی کا دن نزدیک آرہا تھا مجھے پتا چل گیا تھا کہ مجھے اللہ کی راہ میں قربانی کے لئے چنا گیا ہے۔ میں جنت میں جاؤں گا۔ اور وہیں عیش اور مزے سے رہوں گا۔ حارث مجھ سے مانوس ہو گیا تھا۔ حارث نے چاند رات کو میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اداسی بھرے لہجے میں اپنے بابا کو مخاطب کیا۔ "بابا کیا یہ ہمیشہ ہمیشہ ہمارے پاس نہیں رہ سکتا۔۔؟ بابا نے حارث کے سر پر پیار کرتے ہوئے کہا پیارے بیٹے کل ہم اسے اللہ کی راہ میں قربان کرنا ہو گا۔ اس سے اللہ جی خوش ہوں گے۔ اللہ جی کیوں خوش ہوں گے بھلا۔ حارث کے ننھے ذہن میں سوال آیا۔ "بیٹے اس لیے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنے لاڈلے بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ملا تو جوان بیٹے کی قد و قامت، اسکی خوبروئی اور اسکی محبت پر اللہ کی رضا غالب آگئی۔ خود اپنے بیٹے کے ہاتھ پاؤں رسیوں میں جکڑ لئے اور اللہ کے تیئں عقیدت بھری محبت کا اظہار کرتے ہوئے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری چلادی۔ اللہ کو ابراہیم سے امتحان لینا مقصود تھا اور وہ اس میں کامیاب ہو گیا۔ جس طرح نار نمرود ابراہیم علیہ السلام کو جلا نہ سکی اسی طرح اللہ کے حکم سے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چل رہی چھری اس کے جسم سے لہو کا ایک قطرہ بھی بہا نہ سکی۔ جنت سے جانور منگایا گیا جسے حضرت اسماعیل کی جگہ ذبح کر کے خون بہایا گیا۔
تب سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ امت مسلمہ کے فرزند ہر سال 10 ذی الحجہ کو کسی جانور کی قربانی پیش کر کے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یاد تازہ کرتے ہیں اور اس عہد کی تجدید کرتے ہیں کہ یہ پست حوصلہ تیرا کیا ساتھ دیں گے ادھر آ زندگی تجھے ہم جی لیں گے" حارث کو اس کے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ چلو بیٹے اب سو جاؤ صبح جلدی اٹھنا ہے، صبح عید قربان ہے۔ سب بچوں نے رنگ برنگے پیارے لباس پہنے ہوئے تھے۔ وہ بہت خوش نظر آرہے تھے۔ کسی کو میرا خیال تک نہ آیا۔ لیکن حارث عید کے دن بھی مجھے کھانا اور پانی دے رہا تھا۔ آج وہ اداس لگ رہا تھا،، وہ میرے بارے میں بہت جذباتی ہو گیا تھا۔
سب مرد عید کی نماز پڑھ کر آئے۔ اور مجھے گھر کے صحن میں ہی ذبح کرنے کا ارادہ کرنے لگے۔ میرے گلے سے رسی کو نکال دیا گیا۔ مجھے زمین پر لٹا کر اللہ کے حضور اسکی رضامندی کے لئے ذبح کیا جانے لگا۔ میں نے آخری بار جسے دیکھا۔ وہ نعمان تھا۔ کمرے کی کھڑکی سے جھانکتا ہوا وہ مجھے اپنی بھیگتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ وہ مجھے آخری بار دیکھ رہا ہے۔ میں نعمان سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن کچھ نہ کہہ پایا۔ میں اسے کہنا چاہتا تھا کہ شکریہ نعمان، میرا خیال رکھنے کا، مجھے باہر سیر کروانے کا، مجھے پانی پلانے کا، اداس مت ہو، میں نہ سہی میرا کوئی نہ کوئی دوست پھر آئے گا، ہر سال آتا رہے گا۔ تم بس ہر سال اسی طرح اپنے قربانی کے بکرے کا خیال رکھ کر اسے رخصت کر دیا کرنا۔۔۔

★

خواب، تعبیر اور تعمیر

آج آپ کو کہانی سناتی ہوں ایک ایسے خواب کی جو کسی ایک فرد کا نہیں بلکہ ایک قوم کا خواب تھا اس خواب کی ابتداء اس وقت ہوئی اور شاید اس سے بھی پہلے ہوئی جب ایک مسلمان فاتح عرب نوجوان محمد بن قاسم ایک مظلوم بیٹی کی آواز کو سنتا ہے۔ اور سن 711 میں باب الاسلام سندھ میں داخل ہوتا ہے راجہ داہر سے مقابلے کے بعد اک فاتح کی حیثیت سے اس سرزمیں پر اور اس میں بسنے والوں کے دلوں پر اپنا راج قائم کرلیتا ہے۔ ہندو سماج کے طبقاتی فرق سے ستائے ہوئے افراد اس ملک کی عوام اسلام کے قریب آنے لگتی ہے اسلام کی عظمت اور عدل و مساوات کا نظام ان کے دلوں میں جگہ بنانے کے بعد انہیں دائرہ اسلام میں داخل کرنا شروع کر دیتا ہے۔

کہتے ہیں اس خواب کی تعبیر پاک سرزمین، جس کا نام چودھری رحمت علی نے پاکستان تجویز کیا اس کی بنیاد اسی دن رکھ دی گئی تھی جب ہندوستان کا پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔

اور اسی وقت سے کیا خاص اور کیا عام ہر ایک اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے میں اپنا حصہ شامل کرتا رہا دکھ سکھ کے معاملات چلتے رہے بہت سے طوفانوں کا سامنا یہ خواب دیکھنے والے کرتے رہے۔ ایک بڑا طوفان 1857 کی جنگ آزادی کا آیا۔ مسلمانوں کا خون ارزاں سمجھ کر بہایا گیا لیکن اس خون کو بہانے والوں کو شاید اندازہ نہیں کہ انہیں اس کی قیمت کس طرح ادا کرنا پڑے گی۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا خواب دیکھے جاتے رہے۔ اور پھر یہ خواب سرسید کی آنکھوں میں جا بسا انداز الگ تھا لیکن راستہ وہی تھا۔ کہیں مختلف خدمات انجام دی جا رہی ہیں۔ ادارے قائم کیئے جا رہے ہیں۔ اور ان کی دوررس نگاہ دو قومی نظریہ پیش کر رہی ہے جو اس خوب کی تعبیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور اک اہم ستون بن جاتا ہے۔ سن 1885 میں انڈین نیشنل کانگریس ہندو مسلمانوں کی مشترکہ جماعت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اور اس جماعت میں رہتے ہوئے ہندوؤں کے ناروا سلوک کے باعث آل انڈیا مسلم لیگ سن 1906 میں قائم کی جاتی ہے۔ اس خواب کی تعبیر کو اک مرکز مل جاتا ہے۔ نواب محسن الملک اور وقار الملک کی صدارت میں محسن آتے جاتے ہیں اور اس کے وقار کو بلند کرتے جاتے ہیں۔ پھر یہ خواب ہندوستان کے ہر بزرگ، نوجوان عورتوں اور بچوں کی آنکھوں میں جگمگانے لگتا ہے۔ سب کی ایک ہی لگن اور ایک ہی جستجو بن جاتی ہے کہ اسے شرمندہء تعبیر ہوتے دیکھیں۔ لوگوں کے دلوں میں جوش ہے جذبہ ہے اور ایک جنون ہے سب مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے ہیں ایک جانب شدید مخالفت ہے تو دوسری جانب ہر طوفان کا سامنا کرنے کا عزم و حوصلہ ہے۔ علامہ محمد اقبال اس خواب کو ایک بار

پھر اپنی نظروں میں دیکھتے ہیں۔خواب حقیقت کا روپ اختیار کرتا ہے۔23مارچ 1940 کو ایک قرار داد پیش کی جاتی ہے۔یہ قرار داد پاکستان کی صورت میں ابھر کر سامنے آتی ہے۔جوش، جذبہ اور جدوجہد جسقدر تیزی سے جاری ہے اسی قدر شدید مخالفت کا سامنا ہے اس مخالفت نے جوش وجذبہ کو جنون اور جدوجہد کو استحکام عطا کر دیا ہے۔بزرگ، نوجوان اور خواتین مسلم لیگ کے جھنڈے تلے سب ہی سرگرم عمل ہیں۔اب گھر گھر اس خواب کو دیکھا جارہا ہے۔زندگی کی تاریک راتوں کا ایک سہانا خواب پاکستان جو ہر دل کی آواز بن چکا ہے۔جب حقیقت کا روپ اختیار کرتا ہے تو اس کے پیچھے قربانیوں کی ایک عظیم داستان ہے۔عظیم ماؤں بیٹوں اور بہنوں اور معصوم بچوں کی قربانیاں جو خود ملک عدم کوچ کر گئے۔لیکن اپنے لہو سے چراغ جلاتے چلے گئے۔آج یہ عظیم ملک جسے ہم پاکستان کے نام سے جانتے ہیں۔قائداعظم کی بے مثال کاوشوں کا ثمر ہے۔یہ جغرافیائی حدود پر قائم ہونے والا کوئی عام سا ملک نہیں بلکہ اسلام کے کلمے پر قائم ہونے والا اسلامی نظریاتی ملک ہے تعبیر حاصل کی جاچکی ہے اب وقت ہے اس کی تعمیر کا جو اس کے نوجوانوں کے ہاتھوں میں ہے یہ نوجوان اس کا سرمایہ ہیں ان کی عملی صلاحیتیں قابل رشک ہیں۔ان کے ذہن نئے زمانے کے تقاضوں سے روشناس ہیں۔ان کے دماغ میں تحقیق اور تخلیق کے چراغ روشن ہیں۔تعلیم کے ہتھیار کے ساتھ انہیں میدان عمل میں آنا ہو گا۔کیونکہ ہم جو درخت آج لگاتے ہیں اس سے آنے والا کل فیضیاب ہوتا ہے۔وہ اپنے آج کو جتنا روشن کریں گے آنے والا کل اتنا ہی تابناک ہو گا۔بقول علامہ اقبال

وہ قوم نہیں لائق ہنگامہء فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں

★

ہماری زندگیاں اور موٹیویشنل اسپیکرز

گزشتہ کچھ برسوں سے موٹیویشنل اسپیکرز بہت رواج میں ہیں اور جوں جوں ان پروفیشنلز کی تعداد بڑھ رہی ہے توں توں لوگوں میں ڈپریشن، مایوسی اور عدم برداشت کی کیفیات مزید نمو پارہی ہیں۔ آپ کچھ دیر کو رک کر اس نکتے پر غور کریں تو مجھے شک نہیں یقین ہے کہ آپ میں سے بالخصوص وہ لوگ جو موٹیویشنل اسپیکرز کے ستائے ہوئے ہیں میری بات سے اتفاق کریں گے۔
انہی حضرات کی ایک جدید شکل سوشل میڈیا کے بااثر افراد یعنی انفلوئنسرز ہے۔ ان سب لوگوں نے اپنی اپنی ترکیبوں سے خاص پھکیاں تیار کی ہوئی ہیں اور یہ خوب جانتے ہیں کہ کون سی پھکی کب، کیسے، اور کتنی دینی ہے۔
لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر کبھی بھی دو مختلف مریضوں کا ایک طرح سے علاج نہیں کر سکتا حتیٰ کہ ایک ہی مرض کے مختلف مریض بھی ہمیشہ صرف ایک نسخے سے صحت یاب نہیں ہو سکتے، بلکہ ان کی عمروں میں فرق اور دیگر عناصر طریقۂ علاج پر اثر انداز ہوتے ہیں، تو ایک موٹیویشنل اسپیکر سینکڑوں یا ہزاروں مختلف الاضلاع افراد پر مشتمل مجمع کو کیونکر اپنی محض ایک، دو گھنٹے کی تقریر سے سارے دکھوں یا ڈپریشن سے نکال سکتا ہے؟
بعض حضرات پہلے پہل تو شہرت سے بے نیاز ہو کر معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اٹھالیتے ہیں۔ لیکن کچھ عرصے بعد نام آوری کا چسکا انہیں ایسا لگتا ہے کہ اپنے ہی پڑھائے سبق اور مثالیں بھول کر یہ شہرت کی تام جھام اور پیسے بنانے کے چکر میں مصروف عمل ہو جاتے ہیں۔ سوشل میڈیا نے ہی سوشل میڈیا انفلوئنسرز کا نقاب اتارا ہے۔ بیشتر حضرات سچ اور جھوٹ کا ملغوبہ تیار کر کے اپنی چرب زبانی سے اپنی زندگی کے عام واقعات میں وزن بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید برآں "زندگی بدل دینے والا لیکچر"
"سوچ بدل دے زندگی" ایسے بینرز اور عنوانات جب سماجی رابطے کے مختلف ذرائع پہ درج ہوئے نظر آتے ہیں تو مصائب و آلام میں گھرے لوگ لاشعوری طور پر ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔
مگر نہ تو سوچ لمحوں میں بدلتی ہے نہ زندگی دنوں میں۔
آپ کسی کے جوتے میں پاؤں ڈالے بغیر اس کے دکھ درد یا حالات کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ہر انسان آزمائشوں سے سیکھتا ہے۔
دکھ، دھوکا، قربانی ایسے تجربات ہیں جن سے چاہتے نہ چاہتے ہوئے انسان گزرتا ہے اور یہ زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔
میں نے بہت سے اسپیکرز کو سنا ہے جو اپنی زندگی کے حالات و واقعات کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں جیسے انہوں نے دنیا میں سب سے زیادہ مشکلات جھیلی ہیں اور بہت تگ و دو کے بعد وہ ایک خاص مقام تک پہنچ پائے ہیں (یقیناً ایسا ہی ہوتا ہوگا)۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کا دکھ فلانے سے بڑا تھا اور فلانے کا غم ڈھمکانے سے کم ہے۔ ہر انسان جب تکلیف میں ہوتا ہے تو ایک خاص مدت تک کے لیے اس کو اپنا رنج و غم ہی سب سے بڑا لگتا ہے، مقابل کے لیے چاہے وہ معمولی ہی بات کیوں نہ ہو۔ ★

یہ بات آپ اس طرح سے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک کم سن بچے یا بچی کو سبق نہ آنے پر یا کسی اور وجہ سے بھری کلاس میں بے عزت کیا جانا اس کی عزت نفس کی دھجیاں اڑا دیتا ہے اور اس کے لاشعور میں ایسے تضحیک آمیز لمحات بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر اسی جماعت کے دوسرے طالب علم کے لیے شاید یہ ڈانٹ ڈپٹ معمول کی بات ہو۔ اسی طرح ایک معاشرے میں رہنے والے ضرورت مند نوجوان کو جب دفتر یا دکان کے ملازمین کے سامنے پھٹکار پڑے تو اسے وہ بھی مجبوراً ہی سہی مگر ہنس کر سہنی پڑتی ہے۔ مگر ہو سکتا ہے اسی جگہ پر کام کرنے والا دوسرا ساتھی ایسی سختی ایک دن بھی برداشت نہ کر پائے۔ ایسے دو مختلف حالات و واقعات کے افراد جن کا طرز زندگی، خاندانی پس منظر اور جن کی تعلیم و تربیت مختلف خطوط پر ہوئی ہو کو آپ کس طرح ایک ہی منجن سنگھا کر بہلا سکتے ہیں۔

چند ایک تو ایسے بھی ہیں جو شروعات میں "فری آف کوسٹ" انسانیت کی بھلائی کا پرچار کرنے کے بعد، آہستہ آہستہ اپنے "مقصد" کی طرف آتے ہیں۔ کچھ مفید لنکس کے ذریعے اپنے سحر انگیز ڈیجیٹل فورمز پر بلاتے ہیں اور پھر آن لائن اور فزیکل کورسز کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔

اگرچہ اس بھیڑ چال میں کچھ حضرات ایسے ہیں جو اپنی عمر، تجربے اور علمی بصیرت کی بنا پر بہترین کام کر رہے ہیں۔ مگر آج کے سوشل میڈیائی دور میں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ رہی سہی کسر سوشل میڈیا کے نام نہاد بااثر افراد نے پوری کر دی ہے۔ بڑی بڑی باتیں کرنا کتنا آسان ہے۔ اور دوسروں (خواہ عوام ہو یا حکومت، مذہب ہو یا قومیت) کو باتیں کرنا تو اس سے زیادہ بھی آسان ہے۔

کچھ خرد مند حضرات بھی ہیں جو "معاشرے اور اسلام کو اپنی تقاریر اور سخن کا حصہ بناتے ہیں، ان کی بیشتر باتیں غور و فکر کرنے والوں کے لیے سوچ کے کئی در وا کرتی ہیں، خصوصاً جو لوگ اسلام کو کڑا سمجھتے ہیں یا سختیاں نکالتے ہیں جدید العہد خطیبوں کی باتیں ایسے مصیبت میں پھنسے لوگوں کے لیے روح افزاء ثابت ہوتی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ مشاہدہ بھی کیا گیا ہے کہ چند حضرات اپنی ذاتی زندگی کے تجربات سے نکلنے والے نتائج اور زاویۂ نظر کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر میں نے ایک موٹیویشنل اسپیکر کو یہ کہتے سنا کہ اسلام میں، دنیا میں مکافات عمل کا کوئی تصور نہیں اور وہ ہر طور اپنی سوچ سے سامعین کو قائل کرنا چاہتا تھا، اس بات سے قطع نظر کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے سینکڑوں یا ہزاروں سامعین میں کوئی ایک یا کتنے ایسے ہوں گے جو اپنی زندگی کے اس مرحلے میں ہوں جو مکافات عمل ہی بھگت رہے ہوں، اس کے مجمع میں کوئی ایک ایسا ہو جو شعور اور احساس ہی کی نہج پر کھڑا ہو، اپنے اصلاحی سفر کی طرف گامزن ہوں اور مقرر کے اقوال زریں سن کر وہیں رک جائے کہ اگر یہ میری سزا نہیں تو پھر یہ کیا ہے۔ اگر مکافات عمل نہ ہو تو پھر شاید ہر کوئی ایک دوسرے سے زیادتی

★

کرے، اپنی اپنی حدوں سے تجاوز کرے کہ دنیا میں تو ہمیں کوئی روک نہیں سکتا یعنی وہاں پر موجود ظالم کو مزید شہ ملے گی اور مظلوم پہلے سے بھی زیادہ بے بس محسوس کرے گا، اتنا کہ شاید وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔

لہذا کسی انفلوئنسر یا تحریکی خطیب کو سنتے وقت آپ کو بہت باریک بینی سے ہر چیز کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی کے فلسفے یا نظریے کو اپنے اور اللہ کے تعلق پر حاوی نہ ہونے دیں۔

بلکہ کسی کی بات پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کی بجائے اپنے حالات و واقعات کا جائزہ لیں اور کسی کے انداز خیال کو یہ سوچ کر ردیا قبول نہ کریں کہ بیان کرنے والا کون ہے ہمیشہ یہ دیکھیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس کے بیان کردہ حقائق آپ کی موجودہ زندگی سے کس حد میل کھاتے ہیں۔

اگر آپ ان برانڈڈ حضرات کی خوبیٔ گفتار سے متاثر ہونے کی بجائے اپنے گھر کے کسی بڑے شخص یعنی بزرگ کے ساتھ بھی تھوڑا وقت گزار لیں تو سو پچاس میں سے چار گر کی باتیں تو وہ آپ کو ضرور بتائیں گے۔ بس آپ کے غور کرنے کی دیر ہے۔ اگر آپ کسی انتہائی ذاتی نوعیت کی پریشانی سے بھی گزر رہے ہیں تو گھر کے کسی ایک فرد سے کم از کم ضرور بات کریں یا کسی دوست کو اعتماد میں لیں۔

مذکورہ بالا نکات کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ ہر اسکالر یا اصلاحی خطیب دھوکے باز یا جعلی ہے۔ تیس یا فیصد اپنے پیشے یا مقصد سے مخلص ہوں گے اور لوگوں کے کام آتے ہوں گے، مگر باقی ستر فیصد کا تعین بھی ہمیں ہی کرنا ہے۔ چاہے وہ روحانی معالج ہو یا معاشرتی وانفرادی اصلاحی مقرر۔ کوئی بھی مکمل طور پر درست یا غلط نہیں ہوتا بالکل اسی طرح جس طرح عام انسان مکمل طور پر گنہگار یا پرہیز گار نہیں ہوتا۔

مقصد تحریر یہ ہے ایک یا دو گھنٹے کی تقریر سننے سے زندگی نہیں بدلتی۔ زندگی عمل سے بدلتی ہے اور عمل سوچ سے۔ مگر یہ تبدیلیاں لمحاتی نہیں ہوتیں۔ اس کے لیے قوت اور غور و فکر درکار ہے، تجربات سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ ہر انسان کے روحانی ارتقاء کے لیے ضروری ہے۔

★

ہنسی گھر

☆راہ گیر: (بچے سے) ''تم نے اپنی انگلی پر یہ دھاگا کیوں باندھا ہوا ہے؟'' بچہ: ''یہ دھاگا امی نے باندھا ہے تاکہ میں خط ڈالنا نہ بھول جاؤں۔'' راہ گیر: ''تو کیا تم نے خط ڈال دیا؟'' بچہ: ''نہیں امی مجھے خط دینا بھول گئی ہیں۔''

☆بھکاری: ''دس بیس رپے کا سوال ہے صاحب!'' آدمی: ''بابا! تم عجیب فقیر ہو۔ اتنے اچھے کپڑے پہن کر دس بیس روپے بھیک مانگتے ہو؟'' بھکاری: ''میں اس علاقے کا خوش حال فقیر ہوں۔''

☆ چچا: ''گڑیا! آپ نے ہماری سال گرہ پر کوئی تحفہ نہیں دیا؟'' گڑیا: ''چچا جان! میں آپ کی سال گرہ پر آپ کو تحفہ دینے کے لئے رومال خریدنے لگی تھی، لیکن مجھے آپ کی ناک کا سائز ہی معلوم نہیں تھا۔''

☆ ایک بس کنڈیکٹر ہکلا تھا۔ بس میں ایک ہکلا مسافر بھی سفر کر رہا تھا۔ کنڈیکٹر نے اس سے کرایہ مانگا: ''کک کک کرایہ دیں۔'' مسافر: ''ٹٹ ٹٹ ٹوٹے نہیں ہیں۔'' مسافروں میں ایک تھانے دار بیٹھا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دونوں کی پٹائی کرنے لگا۔ ایک مسافر بولا: ''بھائی! یہ تو ہکلے ہیں۔ آپ کو کیا ہوا ہے؟'' تھانے دار بولا: ''ی... ی... یہ... یہ دونوں مم میری نقل اتار رہے ہیں۔

☆ باپ نے بیٹے سے کہا: ''بیٹا! غم نہ کرو، یہ تو تقدیر کی بات ہے، تمہاری تقدیر میں فیل ہونا ہی لکھا تھا۔'' بیٹا خوش ہو کر بولا: ''یہ بہت ہی اچھا ہوا ڈیڈی! میں نے پڑھا ہی نہیں، ورنہ ساری محنت ضائع ہو جاتی۔''

☆بیٹا: پاپا ہمارے گھر میں جن ہیں؟

باپ: یہ جن وغیرہ کچھ نہیں ہوتے.

بیٹا: پاپا نوکرانی کہتی ہے ہمارے گھر میں جن ہیں.

باپ: سامان پیک کرو.

بیٹا: کیوں پاپا؟

باپ: اب ہمارے گھر میں کوئی نوکرانی ہی نہیں ہے.

☆ ہاسٹل طالب علم اپنے دوست سے: یار دھوکہ ہو گیا دوست: وہ کیسے؟

طالب علم: یار گھر والوں سے کتابوں کے لیے پیسے منگوائے تھے انہوں نے کتابیں ہی بھیج دیں

★

بوجھو تو جانیں

☆ جو بھی اس پر آنکھ جمائے
جو نہ دیکھو وہ دکھلائے

☆ چلتی جائے ایک کہانی
سو برسوں تک ہو نہ پرانی

☆ نیچے سے جب اوپر جائے
پھر وہ کیسے نیچے آئے؟

☆ لیٹی لیٹی گھر تک آئے
گھر میں اٹھ کر آگ لگائے

☆ کل کا ایک بچہ نادان
چودہ دن پہ ہوا جوان

☆ دیکھی ہڈی اور نہ بال
کھال کے اوپر نیچے کھال
جو بھی اس کو کام میں لائے
اس کو اپنی چال دکھائے

☆ رنگ برنگی چھیل چھبیلی
سرخ، بسنتی، اودی، نیلی
بنا تیر کے ایک کمان
جس کو دیکھے ایک جہان

☆ سونے کا بن کر آتا ہے
سونے کا بن کر جاتا ہے
لیکن ہے یہ بات نرالی
ہر سو چاندی بکھراتا ہے

جوابات

۱:دوربین ۲:صدی ۳:دھواں

۴:سوئی گیس ۵:چودھویں کا چاند ۶:چمڑے کا جوتا

۷:قوس وقزح ۸:سورج

گھریلوٹوٹکے

ٹوٹکہ

کھیرا میں 90% پانی ہوتا ہے اور یہ گردوں
اور مثانے کی پتھری کو حل کر سکتا ہے۔

ٹوٹکہ

لیموں کا بیج ثابت نگل لینے سے اپنڈکس درد ہو سکتا ہے۔

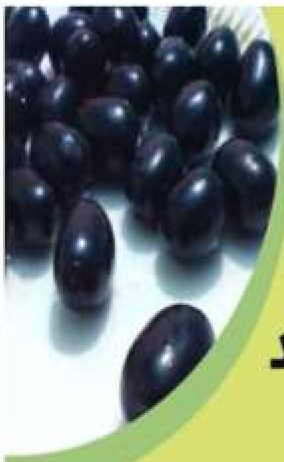

جامن کے فوائد

جامن کے بے شمار فوائد ہیں۔یہ بہت سی بیماریوں
کے علاج کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جامن میں
آئرن، میگنیشیم، آئیوڈین اور انسولین پائے جاتے ہیں۔

خوبانی کے فائدے

خوبانی مصفی خون ہے اس کی گری کھانے میں بادام
کی طرح خوش ذائقہ ہوتی ہے۔اس کے استعمال سے
بواسیر کو آرام ملتا ہے اور پیٹ کیڑوں سے صاف
ہوجاتا ہے۔

پمپلز

اگر آپ کو پمپلز کا مسئلہ ہے تو کچھ دن چکنائی
نہ کھائیں،پانی زیادہ پیئیں اور بیسن میں ہلدی،لیموں اور دودھ
ملا کر چہرے پر لگائیں۔

آم کا فائدہ

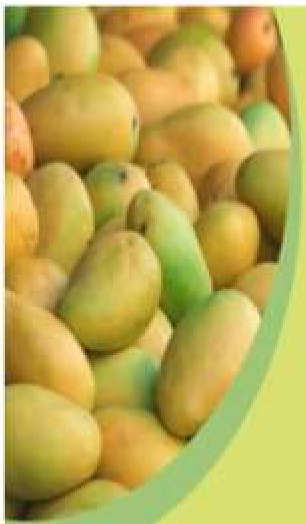

آم انسانی جسم کے لئے بہت فائدہ
مند ہے کیونکہ یہ یادداشت کو بہت اچھا کرتا ہے۔

کانٹا نکالنے کا طریقہ

اگر جسم میں کہیں کانٹا پیوست ہوگیا ہو اور نہ نکلتا ہو
تو انڈے کی سفیدی میں تھوڑی سی پھٹکری ملا کر اس جگہ
پر باندھ دیجئے۔تھوڑی دیر میں نکل آئے گا۔

ٹوتھ برش

ٹوتھ برش کو ہونٹوں پہ ہلکا ہلکا رگڑے۔
اس سے خون کا دورانیہ ٹھیک ہو جاتا ہے جس سے
ہونٹ کا رنگ کھل جاتا ہے۔

آڑو کے فائدے
آڑو جسم میں موجود زہریلے مادوں کے خاتمے کیلئے
بہت مفید ہے۔آڑو جسم میں خون کی گردش کو بڑھاتا ہے
اور آنکھوں کے لیے بھی بہت مفید ہے۔

مسور کی دال کا زبردست ماسک
Follow @dietician_seerat for more tips!
✔مسور کی دال خربوزے کے بیج کے ساتھ ملا کر لگانے سے
رنگ بہت صاف ہوتا ہے اور داغ دھبے بہت ہلکے ہو جاتے ہیں
✔مسور کی دال لیموں میں ملا کر لگانے سے چھائیاں دور
ہو جاتی ہیں اور چہرہ صاف اور تروتازہ ہو جاتا ہے۔
مکسچر بنانے کیلئے مسور کی دال کو رات کر بھگو کر رکھ دیں
اور صبح اس کو اچھی طرح گرائنڈ کر کے ماسک بنائیں.مسور کی
دال سکن کیلئے بلیچ کا کام کرتی ہے.اگر اسکو روز سکن کیئر
ٹین میں شامل کیا جائے تو 1 مہینے میں سکن اچھی ہو جائے گی

کھانا خزانہ

بیف حلیم

اجزا:

گائے کا گوشت (بغیر ہڈی)	1 کلو
گائے کی ہڈیوں کی یخنی	4 کپ
نمک	1 کھانے کا چمچ
پسی لال مرچ	1 کھانے کا چمچ
ہلدی	1 چائے کا چمچ
مکس ثابت گرم مصالحہ	1 کھانے کا چمچ
تیز پتے	2 عدد
بڑی پیاز	1 عدد
گھی	1 کپ
اُبلے گیہوں	1/2 کلو
اُبلے جو	1 پاؤ
دال چنا	1 پاؤ
دال مونگ، مسور، ماش	1 پاؤ
ادرک لہسن کا پیسٹ	2 کھانے کے چمچ
پسا گرم مصالحہ	حسب ضرورت
ہلدی	1 چائے کا چمچ
پسی لال مرچ	1 کھانے کا چمچ
نمک	1-1/2 کھانے کا چمچ
دودھ	2 کپ

بگھار کے لیے اجزا:

گھی	1/2 کپ
باریک کٹی پیاز	1 عدد

گارنش کے اجزا:

ہرا دھنیا	حسب ضرورت
ہری مرچ	حسب ضرورت
باریک کٹی ادرک	حسب ضرورت
پسا گرم مصالحہ	حسب ضرورت
فرائی پیاز	حسب ضرورت

ترکیب:

پہلے اُبلے گیہوں، اُبلے جو، دال چنا اور مکس دالوں کو الگ الگ بھگو کر اُبال لیں۔ گیہوں اور جو میں نمک، پسی لال مرچ اور ہلدی ڈال کر اُبال لیں۔ دالوں میں بھی نمک، پسی لال مرچ اور ہلدی شامل کر کے اُبال لیں۔ جب دو خوب گل جائیں تو گھوٹ لیں۔ دوسری دیگچی میں گھی گرم کر کے بڑی پیاز فرائی کریں۔ مکس ثابت گرم مصالحہ بھی شامل کریں۔ اس کے بعد گائے کا گوشت، ادرک لہسن کا پیسٹ، نمک، پسی لال مرچ اور ہلدی ڈال کر خوب بھونیں اور اس میں گائے کی ہڈیوں کی یخنی ملا کر اتنا پکائیں کہ گوشت ریشہ ریشہ ہو جائے۔ اب اس میں دال، اُبلے گیہوں، دودھ اور جو ڈال کر خوب مکس کریں اور گھوٹ لیں۔ پھر تھوڑا گرم پانی ڈال کر مزید پکائیں اور گاڑھا ہونے پر ڈش میں نکال کر بگھار کریں۔

بگھار کے لیے:

پین میں گھی گرم کر کے پیاز فرائی کر لیں۔ آخر میں پسا گرم مصالحہ، ہرا دھنیا، باریک کٹی ادرک، فرائی پیاز اور ہری مرچ سے گارنش کریں۔

HUM
مصالحہ
گلاوٹی پسندے
اجزا:
بیف پسندے 1/2 کلو
ادرک لہسن 1 کھانے کا چمچ
تلی اور پسی پیاز 2 کھانے کے چمچ
گرم مصالحہ 1 چائے کا چمچ
کُٹی لال مرچ 1 چائے کا چمچ
پسی لال مرچ 1 چائے کا چمچ
بھنے اور پسے چنے 2 کھانے کے چمچ
بھنا اور پسا سفید زیرہ 2 چائے کے چمچ
بھنا اور پسا دھنیا 1 کھانے کا چمچ
نمک 1 چائے کا چمچ
دہی 1/2 کپ
پسا کچا پپیتا 1 کھانے کا چمچ
پیاز کے رنگز گارنش کے لیے
تیل 1/2 کپ
ہرا دھنیا اور پودینہ گارنش کے لیے
ترکیب:
☆ایک پیالے میں 1/2 کپ دہی کو 1 کھانے کا چمچ ادرک لہسن، 2 کھانے کے چمچ تلی اور پسی پیاز، 1 چائے کا چمچ گرم مصالحہ، 1 چائے کا چمچ کُٹی لال مرچ، 1 چائے کا چمچ پسی لال مرچ، 2 کھانے کے چمچ بھنے اور پسے چنے، 2 چائے کے چمچ بھنا اور پسا سفید زیرہ، 1 کھانے کا چمچ بھنا اور پسا دھنیا، 1 چائے کا چمچ نمک اور 1 کھانے کا چمچ پسا کچا پپیتا مکس کریں۔
☆اب اس آمیزے میں 1/2 کلو بیف پسندے ڈال کر 2 گھنٹے میری نیٹ کریں۔
☆پھر تیل گرم کر کے اس میں میری نیٹ کیے ہوئے پسندے ڈال کر اتنا پکائیں کہ وہ تیار ہو جائیں اور گاڑھا مصالحہ بچ جائے۔
☆آخر میں پیاز کے رنگز، ہرا دھنیا اور پودینہ سے گارنش کر کے سرو کریں۔
Masala mornings

بیت بازی

ع دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شر مندۂ معنی نہ ہوا

ع کیا کیا نظر کو شوقِ ہوس دیکھنے میں تھا
دیکھا تو ہر جمال اسی آئینے میں تھا

ع جب تک ہے دل بغل میں ہر دم ہو یاد تیری
جب تک زباں ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا

ع بہت سے راہزنی کر رہے ہیں بن کر پیر
غریب قوم کو ہیں مارتے یہ شاہ مدار!

ع ادراک کی حد میں ہے نہ محدودِ گماں ہے
محسوس کرے کوئی تو رگ رگ میں رواں ہے

ع اترے تھے آسماں سے زمیں کو سنوارنے
رکھ دی اڑا کے خاک غمِ روزگار نے

ع گرم ہو جاتا ہے جب محکوم قوموں کا لہو
تھرتھراتا ہے جہانِ چار سوے و رنگ و بو
پاک ہوتا ہے ظن و تخمیں سے انساں کا ضمیر
کرتا ہے ہر راہ کو روشن چراغ آرزو
وہ پرانے چاک جن کو عقل سی سکتی نہیں
عشق سیتا ہے انہیں بے سوزن و تار رفو
ضربت پیہم سے ہو جاتا ہے آخر پاش پاش
حاکمیت کا بت سنگیں دل و آئینہ رو

ع دستور یہاں بھی گونگے ہیں فرمان یہاں بھی اندھے ہیں
اے دوست خدا کا نام نہ لے ایمان یہاں بھی اندھے ہیں

ع اس کشمکشِ ہستی میں کوئی راحت نہ ملی جو غم نہ ہوئی
تدبیر کا حاصل کیا کہیئے تقدیر کی گردش کم نہ ہوئی

★

مسنون اذکار

سورۂ حشر کی آخری تین آیات کی حیران کن فضیلت
حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص صبح کو سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے
1
هو الله الذي لا إله إلا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم
2
هو الله الذي لا إله إلا هو الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون
3
هو الله الخالق البارئ المصور له الأسماء الحسنى يسبح له ما في السماوات والأرض وهو العزيز الحكيم
اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اُس پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔
اور اگر اُس دن وہ مر جاتا ہے تو شہید مرتا ہے اور جو شخص یہ تینوں آیات شام کے وقت پڑھے
وہ بھی اِسی مرتبہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ (ترمذی)

قبرستان میں داخل ہوتے وقت کی دُعا
اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الْقُبُوْرِ
یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَ ثَرِ
اے قبر والوں تم پر سلام ہو
اللہ عزوجل ہمارے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ اور تم ہم سے پہلے گئے۔ اور ہم پیچھے آنے والے ہیں
O dwellers of the graves peace be upon you.
May Allah Azzawajal forgive us and you. You reached
before us and we will follow behind you.